محبت کا گناہ

صدف اعجاز

CamScanner

خلیل جبران کہتا ہے:۔

محبت کا خزان ہے
محبت کی روشنی اور رنگینی جھیل میں منعکس ہے
اس کی سطوت، برجوں اور رشتہ نشینوں پر جلوہ گیرا
ہے
محبت خواہ باغوں اور دور دراز اجنبی صحراؤں میں
ہو
وہ ہم پر حکومت کرتی ہے اور
وہی ہماری مالک ہے
محبت، ہاں ہم پر حکومت کرتی ہے
اور یہی محبت مجھ پر بھی حکومت کرتی ہے

میں نے خود سے اعتراف کیا، اک گہرا سانس بھرتے ہوئے آسمان پر ننھے ٹمٹماتے تاروں کو دیکھا۔

"میں انا آفندی سے محبت کرتا ہوں۔"

ایسا ہی اعتراف میں نے رمشا خالہ اور عادی کے سامنے بھی کیا تھا، جواباً عادی کا کان پھاڑتا قہقہہ اور مسکراتے لبوں سے پھوٹتے الفاظ مجھے سخت زہر معلوم ہو رہے تھے۔

"تم اور محبت۔" وہ ہنسے چلا جا رہا تھا۔

"ویری فنی ولید آفندی۔"

"What,s so funny in it?" (اس میں کیا فنی ہے؟) عادی نے اعداز گفتگو پر مجھے تپ چڑھ گئی۔

"What,s so funny in it?" اس نے لفظ بہ لفظ میرا فقرہ دہرایا۔

"عادی، میں ہرگز مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" عادی کا انداز سراسر مذاق اڑاتا ہوا تھا۔

"او کے، او کے ڈیئر کزن، آپ انتہائی سنجیدہ ہیں کیونکہ آپ محبت کرنے کی غلطی کر چکے ہیں، جبکہ آپ جیسا انسان محبت نہیں کر سکتا مگر بقول آپ کے اگر آپ انا آفندی سے محبت

مکمل ناول

کرنے لگے ہیں تو میں سرخم کر کے اسے تسلیم کرتا ہوں کہ ولید آفندی، انا آفندی سے محبت کرتا ہے اور اس کے سوا کسی اور کا تصور اس کے لئے....."

"شٹ اپ عادی۔" اس سے قبل کے وہ مزید گوہر افشانی کرتا میں چیخ اٹھا، اس پر سے نگاہ ہٹا کر میں نے رمشا خالہ کی جانب دیکھا جواب تک اس گفتگو میں خاموش بیٹھی تھیں۔

میری نظریں خود پر پڑتے دیکھ کر انہوں نے ہلکے سے ہنکارا بھرا پھر مجھ سے پوچھنے لگیں۔

"ماں کو خبر ہے تمہاری؟" ان کا انداز گفتگو ہمیشہ کی طرح دوستانہ سا تھا۔

"ممی کیا یہی کے ان کے بیٹے کو محبت ہو گئی ہے۔" اس سے قبل میں جواب دیتا عادی درمیان میں دوبارہ ٹپک پڑا، اب کی بار میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی رمشا خالہ نے عادی کو گھورتے ہوئے آنکھوں میں خاموش رہنے کی تنبیہی کی۔

"کیا؟" وہ میری طرف متوجہ ہوئیں تو بے ساختہ میرے لبوں سے بھی وہی پھسلا جو ان کو بتا گیا، اب ان کے گھورنے کی باری مجھے تھی۔

خود پر ان کی گھورتیں نگاہیں محسوس کرتا میں کار کی چابی سے سامنے رکھی شیشے کی میز پر سر جھکائے لکیریں کھینچنے لگا۔

"یہی کہ تم انا آفندی سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" مجھے گھورتیں ذرا رک کر وہ پوچھ رہی تھیں، یوں لگا جیسے دانت پیس رہی ہو۔

"نہیں۔" میں نے گردن نفی میں ہلا دی، عادی کی طنزیہ مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی، میں نے اسے اگنور کیا۔

"تمہارے ممی، بابا تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں تو بتایا کیوں نہیں اب تک۔"

"انا ایسا نہیں چاہتی۔" میں دھیرے گویا ہوا۔

"کیسا نہیں چاہتی۔" میرا جواب انہیں اچنبھے میں ڈال گیا۔

"یہی کے۔" میں سوچنے لگا کہ جو کر رہا ہوں وہ درست ہے یا نہیں، رمشا خالہ کو بتاؤں یا نہیں۔

"خالہ، انا ابھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔" میں نے رمشا خالہ کو ساری سچویشن بتانے میں ہی عافیت جانی کیونکہ میری نجات دہندہ صرف وہی ثابت ہو سکتی تھیں۔

"ولی تم کن گھن چکروں میں ڈال رہے ہو، اماں بابا تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں تم انا سے شادی کرنا چاہتے ہو، وہ تم سے شادی کرنا نہیں چاہتی، مدد مانگنے آئے ہو تو کم از کم بات تو کھل کر کرو۔" ان کی نگاہوں میں ایک الجھن در آئی جیسے وہ میری بات کو سمجھ نہ پا رہی ہوں۔

"رمشا خالہ! انا دو سال تک شادی نہیں کرنا چاہتی وہ اپنا ماسٹرز مکمل ہونے تک کوئی کمٹ منٹ کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"آہ، تو تم اپنے ماں باپ سے کہہ سکتے ہو آخر تمہارے بابا کی لاڈلی بیٹی ہے اس کی خواہش کا ضرور احترام کریں گے۔"

"انا نہیں چاہتی کے ہمارے تعلق کے بارے میں گھر کے بڑوں کو خبر ہو۔" میں نے اصل ایشو سے ان کو باخبر کیا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" رمشا خالہ مزید حیرت زدہ سی مجھے دیکھنے لگیں۔

"روحان چاچو اس پر شادی کے لئے دباؤ ڈالیں گے اور وہ اپنی تعلیم مکمل کر نہیں پائے گی۔"

"ولی فار گوڈ سیک، تم ایک کوالیفائیڈ انسان ہو، شادی ہو بھی گئی تو اسے پڑھنے دینا، دنیا میں ہزاروں مسائل اور ہیں، تم اتنی سی بات کو بڑا مسئلہ بنا رہے ہو۔" ان کے نزدیک میری باتیں

ذرا بھی اہم نہ تھی۔
"وہ اپنی ڈگری لندن سے کرنے جا رہی ہے۔"
"لندن سے۔" اب کی بار رمشا خالہ کھنکیں۔
"تمہارے چاچو یہ سب کیسے افورڈ کر رہے ہیں۔"
"چاچو اپنا....." میں کوئی تمہید باندھتا وہ بول اٹھیں۔
"خیر یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے تم بتاؤ شادی دو سال کے لئے ڈیلے کروانی ہے اور انا آفندی سے محبت کرتے ہو یہ بھی کسی کو خبر نہ ہو۔"
"جی۔" میری بات ان کی سمجھ میں بالآخر آ ہی گئی، میں نے صد شکر ادا کیا۔
"بات کر کے دیکھتی ہوں تمہاری ماں سے لیکن ان کو قائل کرنے کے لئے میرے پاس کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے اور یہ ان کو خبر بھی نہ ہو تمہارے اور انا کے جذباتی لگاؤ سے۔"
"تھینک یو۔" میں بلاوجہ ان کا ممنون ہو رہا تھا۔
"زیادہ خوش نہ ہو کامیابی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے۔" میری ممنونیت ان کو امپریس نہ کر سکی۔
"ایک کوشش ہی سہی۔" میں نے لجاجت بھرے انداز میں کہا کیونکہ قوی امکان تھا کہ وہ ممی بابا کو منا لے گئیں۔
"اس امید کے ساتھ میں چلتا ہوں۔" میں نے جانے کی اجازت چاہی۔
"ٹھیک ہے تمہاری طرف چکر لگاؤں گی۔"
میں کھڑا ہوا تو عادی بھی میرے ساتھ اٹھ گیا، ہم دونوں آگے پیچھے چلتے باہر آ گئے، گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے عادی نے ایک بار پھر وہی سوال داغ دیا۔
"تمہیں انا آفندی سے بالآخر محبت ہو گئی ہے۔" لمحہ بھر کے لئے ایک پرسوچ نگاہ عادی پر ڈالتے ہوئے قدرے ٹھہر ٹھہر کر پوچھا۔
"مجھے انا سے محبت کیوں نہیں ہو گی؟"
"نہیں تمہیں انا سے ہی محبت ہو سکتی ہے۔" جواباً وہ میرے ہی انداز میں بولا۔
"عادی تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں عادی کی بے سروپا باتوں سے الجھ گیا۔
"یہی کہ تم انا سے محبت کرتے ہو۔"
"ہاں میں انا سے محبت کرتا ہوں اور دو سال بعد اس کا حتمی اعلان سب کے سامنے کروں گا۔" اس نے ہلکے سے ہاتھ بجا کر مجھے شاباشی دی۔
"عادی میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔" اس کا یہ مذاق اڑانا اور طنزیہ انداز اب میری برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔
"تم خواہ مخواہ میں ناراض ہو رہے ہو میں تو تمہاری ہاں میں ہاں ملا رہا ہوں۔" اب کی بار مسکراہٹ اس کے چہرے پر تھی مگر وہ مسکرایا نہیں۔
"تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟" میں نے اسے بتانا چاہا کہ تمہارے یہ فقرے میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔
"جانتے ہو ولی، میں نے کہیں پڑھا تھا محبت چہروں سے نہیں روح سے کی جاتی ہے۔"
"مطلب؟" میں نے ابرو اچکائیں اور عادی کی ان ادھوری باتوں سے اصل مطلب اخذ کرنا چاہا۔
"تم جیسا حسن پرست آدمی ہی انا آفندی جیسے خوبصورت چہرے سے محبت کر سکتا ہے۔" اپنے بارے میں اس کی صاف گوئی مجھے اچھی نہ

لگی وہ جانے کیا اول فول بول رہا تھا میں سمجھ نہیں پایا۔

"عادی!" جیسے ہی میں نے اسے پکارا وہ بول اٹھا۔

"کم آن ولی، میری باتوں پر زیادہ غور مت کرو، مجھے خوشی ہے کہ تم نے بالآخر کسی کا انتخاب تو کیا۔" اس کا انداز بات کو ٹالنے والا تھا میں مزید بحث ملتوی کرتا واپسی کے لئے چل پڑا مگر میرے دل و دماغ عادی کی باتوں میں الجھ پڑے، وہ مجھے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا، وہ اتنا حیران کیوں ہوا؟ اسے میرے اور انا کے تعلق میں کیا عجیب لگ رہا تھا۔

☆☆☆

یہ ایک نیا جھٹکا تھا، خالہ کے لاکھ سمجھانے پر بھی ممی نہیں مانیں، وہ اب do and die کی بنیاد پر میری شادی کرنا چاہتی تھیں سو میں آخری کوشش انا آفندی کو راضی کرنے کی تھی جو میں کرنے چلا آیا۔

"ولی!" کئی ثانیے میری بات سننے کے بعد وہ خاموش رہی پھر آہستگی سے مجھے پکارتی کہنے لگی۔

"محبت کرتے ہو اور صرف دو سال انتظار نہیں کر سکتے۔"

"کر سکتا ہوں مگر ممی کو کیا کہہ کر روکو، انا منگنی تو کر سکتے ہیں۔" اسے راضی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"نہیں، بابا مجھے کبھی جانے نہیں دیں گے۔" وہ سر جھکا کر آہستگی سے گویا ہوئی۔

"او کے صرف ممی کو بتانے دو اپنے اور میرے بارے میں۔" میں نے قائل کرنے کی اک اور سعی کی۔

"ولی! ایسا کرو تم شادی کر لو۔" جواباً وہ جھٹ سے بول پڑی۔

"واٹ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔" مجھے انا سے اس ردعمل کی توقع نہ تھی۔

"تو اور کیا کہوں، میں تمہیں پسند کرتی ہوں مگر میری فیملی مجھ پر انحصار کرتی ہے میں ان کو ایسے حالات میں کیسے چھوڑ دوں۔" اس کی آواز میں بے بسی سی دکھائی دی اور یہ میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"انا! تمہیں دو سال چاہیے۔" اک حتمی فیصلہ کر کے میں نے گہرا سانس بھرا، نظریں اس کے چہرے پر جمائے میں پوچھ رہا تھا۔

"ہوں۔" اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے میں ممی کو خود منا لوں گا۔" میں دانستہ اسے دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم چاہو تو شادی....." وہ بڑی گرمجوشی سے کہہ رہی تھی۔

"انا! تم نہیں تو کوئی اور نہیں۔" میں نے اس کی گہری، چمکتی روشن آنکھوں میں مسکرا کر جھانکا تو وہ طمانیت سے مسکرا دی۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھ ان گنت اندیشے لے کر لندن جائے سو میں نے اسے ہر فکر سے آزاد کر کے جانے دیا، میں اس کے کیریئر میں حائل نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ اس کے خوابوں کی تعبیر میں اس کا ساتھ دینا چاہتا تھا، آخر انا آفندی کی محبت مجھ پر حکومت کرتی ہے۔

☆☆☆

"گڈ مارننگ ڈیڈ۔" اک عزم سے میں نے ڈائننگ ہال میں انٹری دی، اخبار پڑھتے آفندی صاحب نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا، ہلکے سے مسکرا کر مجھ سے کہنے لگے۔

"گیٹ ریڈی، تمہاری ممی پلان ترتیب دے چکی ہیں۔"

''کون سا طلان؟'' میں نے جان بوجھ کر اگنور کیا اور جگ پکڑ کر گلاس میں جوس انڈیلنے لگا۔
''اس گھر میں اب صرف تمہیں نہیں تمہارے بچوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔'' میں نے چونک کر سر اٹھا کر بابا کو دیکھا وہ عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔
''بابا! آپ لوگ میری آزادی کے در پے کیوں ہیں؟'' جوس کا سپ بھرتا میں قدرے عاجزی سے بولا۔
''صرف دو سال ہی تو مانگے ہیں۔''
''تم نے صرف دو سال ہی کیوں مانگے؟ ہوسکتا ہے انا کو واپس آتے آتے تین سال لگ جائیں۔'' وہ بڑے آرام سے بولتے مجھ پر دھماکہ کر گئے کئی ثانیے میں ان کی بات کے معانی جاننے کی کوشش کرتا رہا۔
''کیا مطلب؟ یہ انا درمیان میں کہاں سے آگئی۔''
''تمہارا انتظار انا کے لئے ہی ہوسکتا ہے میری اطلاع کے مطابق وہ دو سال کے لئے گئی ہے۔'' وہ زیر لب مسکراتے مجھے دیکھ رہے تھے میرا دل چیخنے لگا کہ بابا کو بتادوں مگر انا کی خفگی آڑے آ گئی اور میں دل اور چہرے کو نارمل کرتا بابا سے بولا۔
''بابا! یہ کیسی باتیں کررہے ہیں، کسی شریف لڑکی کا نام ایسے ہی کسی کے ہاتھ جوڑ دیتے ہیں۔''
''ہاں درست کہا، وہ بھی اس کیس میں جب لڑکا شریف نہ ہو۔''
''ویسے انا مجھے بہو کے طور پر قبول ہے اپنی ممی کو بتا دو۔'' وہ شرارت آمیز انداز میں بولے تو میں پہلی بار مسکرا دیا۔
''کم آن بابا ایسا کچھ نہیں ہے۔'' میں نے ہار نہ مانی۔
''تم اتنا سب کچھ صرف روحان کے لئے تو نہیں کر سکتے۔'' ان کا لہجہ بظاہر سادہ تھا مگر پکڑے جانے کا ڈر مجھ پر حاوی۔
''انا کی پڑھائی کا خرچ کس نے اٹھایا ہے ولی۔'' وہ پوچھ رہے تھے تو میں ایک دو لمحے چپ ہوگیا پھر کندھے اچکا کر بولا۔
''بابا وہ میری دوست ہے۔''
''مجھے نہ بھی خبر ہوتی تو روحان بتا دیتا، وہ انا کے اس فیصلے پر ذرا بھی خوش نہیں، ویسے بھی اس کے خیال میں اس کی بیٹی کو تم نے بگاڑا ہے۔'' بابا نے میرے پیش کردہ بیانات سے ذرا آمادگی ظاہر نہ کی۔
''یہ الزام ہے۔'' بابا کی کھوجتی نگاہیں مجھے گھیرنے کی پوری کوشش میں محو تھیں۔
''وہ میری دوست ہے اس کی مدد کرنا بری بات نہیں۔'' میں ابھی بھی اپنی بات پر بضد تھا۔
''دوست سے شادی کرنا بھی ہرگز بری بات نہیں۔'' وہ مجھے چھیڑنے سے باز نہ رکے۔
''ممی کہاں ہیں؟'' میں نے موضوع بدلنا چاہا۔
''تمہاری رمشا خالہ سے فون پر گپیں لگا رہی ہیں۔'' انہوں نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔
''صبح صبح۔''
''ہوں تمہارے لئے لڑکی دیکھنے جا رہی ہیں۔'' کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر وہ بڑے آرام سے مجھ پر گہری نظریں جما کر بولے۔
''بابا!'' ابھی میں کچھ کہتا ممی آ گئیں اور ان کے آتے ہی میں اٹھ کھڑا ہوا۔
''ناشتہ تو پورا کرلو۔'' مجھے اٹھتا دیکھ کر ممی

نے کہا میں رکنا نہیں چاہتا تھا سو بہانہ داغ دیا۔
"بس ممی! مجھے میٹنگ کے لئے پہنچنا ہے۔"
ممی نے اک طاہرانہ نگاہ مجھ پر ڈالی اور پھر دھیرے سے پکارتی کہنے لگیں۔
"سنو ولی! میں تمہاری خالہ کے ساتھ لڑکی دیکھنے جا رہی ہوں تمہیں ساتھ جانا ہو تو چھ بجے تک گھر آ جانا۔" ان کا انداز حتمی تھا وہ کچھ بھی سننے کے موڈ میں نہیں تھیں سو میں اس وقت کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔
"نو تھینک، آپ خود ہی دیکھ لیجئے۔" قدرے نروٹھے لہجے میں بول کر میں باہر نکل آیا، ممی کی شادی مہم کی پھرتیاں مجھے پھر سے پریشان کر گئی، آفس کے بجائے میں رمشا خالہ کے گھر چلا آیا۔
"کیوں آپ میری خوشیوں کی قاتل بن رہی ہیں۔" میں اتنے زور سے چلایا کہ ان کے ہاتھوں سے پھسلتے پھسلتے رہ گیا، خود کو سنبھالتی بولیں۔
"آؤ ناشتہ کرو۔" ان کا اتنا اطمینان قابل دید تھا جو مجھے جلا گیا۔
"کر آیا ہوں۔" کرسی کھول کر میں ان کے مقابل بیٹھ گیا۔
"لڑکی Reject کر کے آئیے گا۔"
"خوامخواہ میں، میں لوگوں کی لڑکیاں Reject کرتی پھروں، بے شک میری کوئی بیٹی نہیں پر خود تو لڑکی ہوں۔" چائے کا گھونٹ بھر کے وہ مجھے جھاڑنے لگیں۔
"توبہ کریں خوش فہمی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔" میں نے ان کے خود کو لڑکی کہنے پر چوٹ کی۔
"تمہیں میں لڑکی نہیں لگتی۔" وہ میرا اشارہ سمجھ چکی تھیں۔
"نہیں۔" بڑی صاف گوئی سے میں نے سر ہلایا، میرا دل تڑپ رہا تھا اور ان کو خود کو لڑکی کہلوانے کا شوق چڑھ رہا تھا۔
"آہ ولی!" وہ مصنوعی خفگی سے مجھے گھورنے لگیں۔
"لڑکی تو نہیں کہیے خود کو خاتون خانہ ضرور ہیں۔" مجھے ان کی خفگی اور گھورنے کی ذرا پرواہ نہ تھی۔
"مگر مسئلہ آپ کے لڑکی ہونے کا نہیں اس وقت۔" میں نے خود ہی موضوع بدل دیا۔
"آپ کی شادی دو سال کے لئے ملتوی کرنا ہے۔" انہوں نے میری بات مکمل نہ ہونے دی۔
"رمشا خالہ! ممی نے اپنی کوشش تیز کر دی ہے۔"
"تو کیا برا کر رہی ہے، تمہاری ماں ہے، انا کی خواہش کا احترام تو تم میں کوٹ کوٹ کر بھر گیا ہے اور ماں کی خوشی کا ذرا خیال نہیں یہ محبت کرتے ہی لوگ اندھے کیوں ہو جاتے ہیں، ماں باپ دشمن نظر آنے لگتے ہیں اور....."
"اچھا بس زیادہ اموشنل نہ ہو اور نہ مجھے کریں۔" میں ان کے ڈرامائی ڈائیلاگ سننا نہیں چاہتا تھا۔
"ممی کو اعتماد میں لو اور سب کچھ ان کے گوش گزار کر دو۔" وہ ایک کپ چائے چڑھا چکی تھیں دوسرا کپ میں انڈیلتے ہوئے بڑے اطمینان سے مجھے مشورہ دے رہی تھیں۔
"محبت بچانی ہے تو بتا دو، ویسے بھی اب انا جا چکی ہے سو ان کے والد محترم کچھ نہیں کر سکتے۔" میرے چہرے پر بڑھتی مایوسی دیکھ کر وہ مجھے سمجھانے لگیں۔
"یہ آئیڈیا ویسے مجھے کیوں نہیں آیا۔" ادھر

میں نے سوچا اور ادھر منہ سے نکلا جواباً رمشا خالہ کی بات مجھے تپا گئی۔

"کیونکہ محبت میں صرف آنکھوں سے نہیں عقل سے بھی لوگ اندھے ہو جاتے ہیں۔"

"بات کرو گے انا سے یا دوسری آپشن بتاؤں۔"

"کیا کروں بھانجا محبت کر بیٹھا ہے۔" بڑی شرارت آمیز مسکراہٹ ان کے چہرے پر تھی۔

"غلطی مت کہہ دیجئے گا۔" اب خفا ہونے کی باری میری تھی۔

"تو حماقت کہہ لیتے ہیں ویسے میں خوبصورت غلطی کہنے والی تھی۔" وہاں بھی میری خفگی کی رتی بھر پرواہ نہ تھی۔

"مجھے لگتا ہے انا راضی ہو جائے گی۔" میں سیریس ہو گیا۔

"راضی ہو تو well and good نہیں تو......" وہ رکیں۔

"نہیں تو کیا؟" میں جلدی سے گویا ہوا۔

"شادی۔" وہ بڑے آرام سے بولی اور میں اچھل پڑا۔

"آپ۔" بے بسی سے دانت پیستا میں جھنجلا گیا۔

"پوری بات تو سن لو۔" وہ ناشتے سے فارغ ہو چکی تھیں، اب وہ پوری طرح سے میری جانب متوجہ تھیں۔

"عارضی شادی کر لو، ممی بھی خوش ہو جائے گی۔"

"واٹ؟" وہ بولیں اور مجھے چار سو والٹ کا جھٹکا لگ گیا، میرے چیخنے پر انہوں نے مجھے غصے سے گھورا۔

"یہ کیا واٹ، واٹ کی رٹ کر رہے ہو، پیسوں کے لیے آج کل لوگ سب کچھ کر سکتے ہیں، تم کسی کی ضرورت پوری کرو، وہ تمہاری۔"

میں لب بھینچے ان کو دیکھے جا رہا تھا، پھر سر ہلاتا آہستگی سے بولا۔

"آپ وکیل ہے نا اس لیے اتنی کرمنل باتیں سوچ رہی ہیں۔" میری بات رمشا خالہ کو تڑپا گئی۔

"اس میں کرمنل کیا ہے۔" تبھی ملازم کمرے میں آ کر کسی کے آنے کی اطلاع دینے لگا۔

"رمل بی بی آئی ہیں۔"

"ان کو لاؤنج میں بٹھاؤ میں آتی ہوں۔" رمشا خالہ ادھر متوجہ ہوئیں۔

"میں انا سے بات کرتا ہوں۔" مجھے انا سے بات کرنا ہی سب سے بہتر لگا، سو مزید بحث سے گریز کیا اور اٹھ کر چلا آیا۔

☆☆☆

مجھے انا کی باتیں عجیب لگ رہی تھیں، وہ اب بھی اپنا اور میرا رشتہ disclose نہیں کرنا چاہتی تھی، اس کے پاس بے پناہ وجوہات تھیں۔

"بابا زبردستی بلا لیں گے۔"

"میں چاچو کو منا لوں گا۔"

"میرا دھیان بٹ جائے گا، لوگ کہیں گے تم مجھے افورڈ کر رہے ہو۔" اور بھی نجانے وہ کیا کہہ رہی تھی۔

اگر میں اس سے محبت کر کے اس کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں تو وہ کیوں نہیں، میرا دل انا کے لیے مثبت سوچتا اور دماغ۔

"اف یہ کیسی مشکل آ پڑی ہے۔" میں اسے ممی کے اصرار کے بارے میں مزید بتانا چاہتا تھا مگر اس کے پاس وقت ہی نہ تھا، سو روشن خیال مرد ہونے کے خیال نے مجھے اسے اپنی بات سننے

کے لئے بھی مجبور نہ کیا۔

میرے پاس پسپائی اختیار کرنے کے لئے کوئی چارہ نہ تھا، میں مجبور تھا انا کی محبت میں، می کی محبت میں، میں ان دونوں کو خوش رکھنا چاہتا تھا، مجھے فی الحال دوسری آپشن پر غور کرنا پڑا۔

"کیا یہ اتنا آسان ہوگا۔" شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر میں نے خود سے سوال کیا اور جواباً وہی اتنے دن کی خاموشی ملی۔

☆☆☆

"تو تم عارضی شادی کے لئے تیار ہو۔"

میں پھر رمشا خالہ کے دربار میں تھا۔

"اوہ اور کیا کر سکتا ہوں می بہت ناراض ہیں۔" میں اداس تھا، میری می اور میری محبت دونوں مجھے سمجھنے کو تیار نہ تھیں۔

"ولی کیا یہ اتنا آسان ہے۔" وہ آہستگی سے بڑبڑائیں تو میں تحیر سے انہیں دیکھنے لگا، مجھے رمشا خالہ پر شدید غصہ آیا مگر ضبط کرنا میری مجبوری تھی۔

"خود ہی مشورہ دے کر خود ہی ڈرا رہی ہیں۔" میں قدرے تحمل سے بولا، وہ میرے چہرے پر خفگی بھرا غصہ دیکھ رہی تھیں۔

"اتنا آسان نہیں۔" انہوں نے سانس بھرا۔

"اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔" اپنی بے بسی پر مجھے غصہ در غصہ آئے چلا جا رہا تھا۔

"انا کی باتیں میرے تو کچھ پلے نہیں پڑ رہیں۔" رمشا خالہ کو عجیب واہم ستانے لگیں، لیکن میں ان کو خاطر میں لانے کے موڈ میں نہ تھا، میرے سے زیادہ انا کو کون جان سکتا ہے وہ اتنی مخالفت کے بعد کیسے اپنے حالات سے لڑ رہی ہے۔

"اب دل برداشتہ نہ ہو۔" وہ جلد ہی اس کنگلش کی سچویشن سے باہر نکل آئیں۔

"لڑکی کیسی ہونی چاہیے۔" وہ وکیل تھیں اس لئے ان کی طرح ہر گھٹیا بات کر سکتی تھیں۔

"ایک سمجھوتہ، بعد میں کوئی ایشو نہ ہو"

میں نے ان کا سوال اگنور کیا۔

"noted اور کوئی نقطہ۔" وہ بڑ... پروفیشنل انداز میں پوچھ رہی تھیں، میں جھنجھ... گیا۔

"آپ کیا وکیلوں کی طرح میری لائف کے معاملات حل کر رہی ہیں۔" میرے جھنجھلا... اور جملے کو انہوں نے خوب انجوائے کیا، ... مسکرائے چلی گئیں، تبھی لاؤنج میں کوئی داخل ہو... اور دھیرے سے سلام کرنے لگا۔

"السلام علیکم!" میں اور رمشا خالہ دونوں آنے والے کو دیکھنے لگے، وہ کوئی لڑکی تھی... میرے خیال میں رمشا خالہ کی مظلوم کلائنٹ، مگر میرا خیال جلد ہی غلط ثابت ہوگیا۔

"میں تمہارا ہی سوچ رہی تھی۔" رمشا خالہ بڑی خوش دلی سے مسکرائیں اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے اس سے حال چال دریافت کرنے لگیں، میں خاموشی سے ان کے درمیان ہونے والی بات چیت سن رہا تھا۔

"ولی یہ رل ہے تمہارے ہاشم ماموں کی بیٹی۔" اچانک رمشا خالہ اپنا رخ میری جانب کر کے بڑے آرام سے بولیں۔

"رل یہ ولید آفندی ہے بیٹا کا بیٹا۔" اب وہ رل کو مخاطب کر کے میرا تعارف کروا رہی تھیں۔

کتنی عجیب بات ہے، وہ میرے ماموں کی بیٹی ہے اور میں پہلی بار اس سے مل رہا ہوں، میں شاکڈ ہوا تھا جبکہ مقابل شخص کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ہرگز نہ ابھرے تھے اس کا مطلب ...

میرے بارے میں جانتی ہے، سر جھٹک کر میں نے خود کو اس خیال سے نکالا اور وہی سوچنے لگا جو آج کل میری جان کا روگ بن گیا ہے، نجانے ممی کا کیا ری ایکشن ہو، ان گنت سوالات میرے اوپر حاوی ہو چکے تھے، اسی الجھن میں گھرا میں آفس آ گیا۔

میٹنگ کا ابار، میں اٹینڈ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا سو لغاری صاحب کو ساری تفصیل بتا کر یہ ذمہ داری ان کے حوالے کی، چند کاغذات اور ضروری چیک سائن کر کے میں گھر کے لئے روانہ ہوا، لفٹ کی جانب بڑھتے ہوئے میری نگاہ سیڑھیوں سے اوپر آتی ہستی پر ٹھہر گئی، وہ بلاشبہ وہی تھی، جس سے آج صبح میں رمشا خالہ کے گھر اپنی کزن کی حیثیت سے متعارف ہوا تھا، وہ مجھے دیکھ چکی تھی، حیرانگی ہم دونوں کے چہروں پر رقم تھی۔

"آپ یہاں؟"

"میں یہاں جاب کرتی ہوں۔" اس نے میرے ہی آفس کی جانب اشارہ کیا، اپنی بے خبری پر حیرت کا جھٹکا سا لگا۔

"اس آفس میں۔" میں نے دوبارہ سے دوہراتے ہوئے آفس کی طرف اشارہ کیا، اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آپ لغاری صاحب کے انڈر کام کر رہی ہیں۔"

"جی!" اب کی بار وہ چونکی تھی، میں اس کی حیرت بھانپ گیا تھا سو اسے بتانے لگا۔

"میں ولید آفندی، اس آفس کا سی ای او اور رومان آفندی کا بیٹا ہوں۔"

"آپ کو یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی۔" اک رسمی سی فارمیلٹی پوری کر کے میں وہاں سے چلا آیا۔

☆☆☆

گھر پہنچ کر خبر ہوئی کہ ممی اور بابا دونوں اس وقت گھر پر نہ تھے، میں اپنے کمرے میں چلا آیا، مجھے تنہائی میسر تھی اور زندگی میں درپیش ہونے والا یہ مسئلہ میرے اطراف اک بے چینی اضطراب لئے تھا۔

میں نے جھک کر جوتے اتارے اور بیڈ پر دراز ہو گیا، تبھی دروازے پر ناک ہوا پھر دروازے کو کھلا محسوس کر کے اندر آ گیا، میں نے یونہی لیٹے لیٹے رخ موڑ کر دیکھا، ممی اندر داخل ہوئی تھیں۔

"تم نے کھانا نہیں کھایا ولی۔" میرے قریب پہنچ کر وہ بڑے شفقت بھرے انداز میں پوچھ رہی تھیں، ان کے لہجے میں ناراضگی کا عنصر نہ تھا۔

"کھا لوں گا آپ فکر مت کریں۔" ممی میرے غصے پر مسکرا دیں۔

"کیا مجھے اپنے بیٹے کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔" ان کا انداز و لہجہ شفقت سا تھا، میری چھٹی حس یکدم بری خبر کی اطلاع دے رہی تھی میں بے اختیار اٹھا بیٹھا۔

"شادی کرنے کا ہی کہہ رہی ہوں اور تم اسے روگ سمجھ رہے ہو، اتنی بار کہا ہے کوئی لڑکی پسند ہے تو بتا دو بنا کسی اعتراض کے اسے بہو بنا کے لے آؤں گی۔"

"مگر دو سال نہیں دے سکتیں۔" میں نے نروٹھے لہجہ میں کہا۔

"ولی اگر دو سال تک میں زندہ نہ رہی تو۔" ماں باپ کا وہی اموشنل ہتھیار جسے ہر دور میں استعمال کیا جاتا ہے، فرمانبردار اولاد ہمیشہ سر جھکا دیتی ہے میں نے بھی سر جھکا دیا۔

"ممی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔" میں

نے بے اختیار ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔
"کون ہے لڑکی؟"
"ملوا دوں گا۔" میری آواز دھیمی پڑ گئی۔
"کب؟" وہ خاصی سنجیدہ ہو گئیں۔
"کیا آپ اسے اپنی بہو قبول کریں گی۔"
"کیوں نہیں کروں گی، میرا بیٹا کسی ایسی ویسی لڑکی کو پسند نہیں کر سکتا اور یہ تم اتنے تذبذب کا شکار کیوں ہو، ملوا کیوں نہیں رہے؟" وہ جواباً خوشدلی سے بولیں۔
"بتا دیا ہے تو ملوا بھی دوں گا۔" میں نے انہیں ٹالنے کی سعی سی کی۔
"تو میں تھوڑا سا انتظار کر لوں گا۔"
"چلو آؤ کھانا کھا لو۔" انہوں نے زیادہ اصرار کرنا مناسب خیال نہ کیا اور مجھے کھانے کا کہتے ہوئے باہر نکل گئیں، میں ایک عجیب سے احساس کے ساتھ بند دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

شام میں ایک بار پھر میں رمشا خالہ کے گھر پر تھا، عادل اور عالی دونوں گھر پر نہ تھے، رمشا خالہ کے ساتھ کچھ شرائط طے کرنی تھیں اور لڑکی سے ملاقات جو اس ڈرامہ کا دوسرا اہم کردار کرنے جا رہی تھی۔
میں کیوں مضطرب تھا، بے چین، الجھا ہوا، میرا دل بجھا ہوا تھا، رمشا خالہ چائے لینے گئی ہوئیں تھیں، میں نے سخت بے بسی بے چارگی سے دروازے کو دیکھا پھر رخ پھیر کر کچھ دیر کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کے اندھیرے کو گھورتا رہا، تبھی رمشا خالہ بمعہ رمل کے ہمراہ اندر داخل ہوئیں۔
"رمل!" میرے لب بے آواز اس کے نام سے پھڑپھڑائے۔
تو یہ لڑکی ہے جس سے رمشا خالہ میری شادی کروانا چاہ رہی ہیں، رمشا خالہ نے ہ ماموں کی بیٹی کو ہی کیوں چنا۔
"زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔" رمشا خا میری بے چینی سے اچھی طرح واقف تھی انہوں نے چائے کا بڑے درمیان میں رکھی تپا پر رکھ دیا۔
"ن..... نہ..... نہیں۔" میں نے بے ساختہ نفی میں گردن ہلا دی، میری نگاہیں ابھی تک رمل پر جمی ہوئی تھیں، جو ہاتھ میں تھامے سفید کاغذ جانے پڑھنے یا دیکھنے میں مشغول تھی۔
"تم دونوں سمجھ گئے ہو گے کہ یہاں کیوں ہو۔" رمشا خالہ ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔
"شرائط نامہ رمل کے ہاتھ میں ہے، تفصیل سے بات بھی کر سکتے ہو، میں تب تک رات کے کھانے کا انتظام کر لوں۔" مجھے چائے کا کپ تھما کر باہر نکل گئیں، اب ہم دونوں کمرے میں تھے اور دردناک خاموشی۔
اک گرم گھونٹ اپنے اندر اتارتے ہوئے میں نے رمل کو دیکھا وہ اب بھی انہی کاغذوں کو دیکھ رہی تھی۔
"آپ یہ شادی کیوں کرنا چاہتی ہیں۔" ہلکی سی سانس لبوں سے خارج کرتے ہوئے میں نے رمل سے استفسار کیا۔
"مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔" بہت دیر بعد اس کی آواز ابھری جس میں حقیقی شرمندگی کا عنصر تھا۔
"رمشا خالہ آپ کو سب کچھ بتا چکی ہوں گی۔"
"جی یہ شرائط نامہ ہے میرے ہاتھ میں۔" وہ مسلسل نگاہ جھکائے تھی اور میرے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ لہرا کر منجمد ہو گئی، میں سر جھکا کر بیالی سے اٹھتی بھاپ کو دیکھنے لگا۔

وہ سب کچھ جان چکی تھی اب مزید میں اس سے کیا کہا سو خاموشی میں عافیت جانی، مگر دل ہاشم ماموں کی بیٹی، پیسوں کی ضرورت، اک نئی الجھن میں گرفتار ہو گیا تھا۔

☆☆☆

"ہاشم کی بیٹی۔" ممی نے بڑی بے یقینی سے بابا کو دیکھا جو میرے انکشاف پر خود بھی دنگ ہو گئے تھے۔

"وہ تمہیں کہاں ملی؟" ممی کے چہرے پر ناگواری کے جذبات واضح طور پر عیاں تھے۔

میں نے ممی اور بابا کے پریشان اور پھیکے پڑتے چہروں کو محسوس کیا پھر دھیرے سے بولا۔

"میرے آفس میں جاب کرتی ہے۔"

"تم ہاشم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ تمہاری....."

"رمشا خالہ سے۔" میں آہستگی سے گویا ہوا۔

ممی خاموش ہو گئیں، چند ثانیے کمرے میں خاموشی چھائی رہی جیسے میری آواز نے توڑا۔

"ممی!"

"ولی! اس پورے جہاں میں تمہیں ہاشم کی بیٹی ہی ملی۔" اب کی بار وہ زہر خندی سے بولیں، ممی کی بات مجھے الجھن میں ڈال گئی، آخر وہ ہاشم ماموں کو اتنا ناپسند کیوں کرتی ہیں۔

"ممی!" میں نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تو بابا بول اٹھے۔

"اوکے ولی! ہم اس موضوع پر پھر بات کریں گے۔" بابا ممی کی حالت سے آگاہ تھے سو انہوں نے مجھے وہاں سے بھگانے کی اور میں اک نامعلوم سی خوشی میں وہاں سے چلا آیا۔

اب ممی وہاں راضی نہیں ہوں گی اور میں ضد پر اڑ جاؤں گا ناچار یہ معاملہ کچھ عرصے کے لئے ٹل جائے گا۔

"ریشا، یوں ولی کے سامنے بی ہیو کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" بابا کی آواز نے میرے بڑھتے ہوئے قدم بے اختیار روک دیئے اور دروازے کے باہر میں ان کی باتیں سننے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

"کیا بھول جاؤں وہ سب، جو ہاشم کی بیوی نے کیا۔" ممی کی آواز میں نمی سی تھی۔

"وہ ہمارے لئے مر چکی ہے، ماضی کے سوا کچھ نہیں۔" بابا نے ممی کا ہاتھ تھپتھپا کر سمجھانا چاہا جسے ممی نے جھٹک دیا۔

"یہی سوچ کر سب بھول چکی تھیں، اس کی بیٹی ولی کی بیوی، یہ مجھے قبول نہیں۔" ممی اس لمحے کچھ سننا نہیں چاہتی تھیں۔

"مت بھولو، ولی کا انکار بھی اس لئے تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔"

"اور اس کا باپ اس کی ماں سے۔" ممی کی بات مجھے جھٹکا دے گئی۔

"ریشا میں اس سے محبت نہیں کرتا تھا صرف کزن کی حیثیت سے اس کی مدد کرتا تھا جسے غلط رنگ دے دیا گیا۔" بابا کی آواز میں عاجزی در آئی۔

"او خدایا، میرا بیٹا، ولی ایسا نہیں کر سکتا۔" ممی رو دینے کو تھیں۔

"ریشا پرانے قصوں کو مت چھیڑو اور....." بابا نے اپنے تحت ممی کو سمجھانے کی سعی کی۔

"اور آرزو کی بیٹی کو بہو بنا کر لے آؤں، آرزو زندہ ہے اور یہ چال اسی نے چلی ہے، میں اتنی لاعلم نہیں جتنا آپ مجھے سمجھتے ہیں۔" بابا کی بات پر ممی چڑ اٹھیں۔

"ٹھیک ہے منا لو اپنے بیٹے کو، میں تمہارا ساتھ دوں گا۔" بابا، ممی کے آگے بالآخر اپنی ہار

تسلیم کرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆☆☆

لابی میں قدم رکھتے ہی میری نظر ممی پر پڑی، وہ کسی گہری سوچ میں گم تھیں، آہٹ پر چونکیں، اضطرابی انداز میں انگلیاں مسلتی وہ مجھے دیکھنے لگیں۔

"ممی!" انہوں نے میرے پکارنے پر پلکیں جھکا لیں مگر میں ایک ٹک انہیں دیکھتا رہ گیا، ایک ہی رات میں کتنا زرد ہو رہا تھا ان کا رنگ۔

میں ممی کو دکھی نہیں کر سکتا تھا سو ساری حقیقت انہیں بتانے کے لئے میں ان کے قریب چلا آیا۔

"آپ اگر....."

"نہیں ولی، تم سے زیادہ کوئی خوشی میرے لئے اہم نہیں، فیصلہ مشکل ضرور تھا، مگر ناممکن نہیں، کب جانا ہے ان کے گھر۔" میں نے بے اختیار تڑپ کر ان کی طرف دیکھا، زرد چہرہ ممتا کی محبت سے ڈوبا دکھائی دیا، میرے لب ان کی عقیدت کے لئے وا ہوئے، ان کا ہاتھ چومتے ہوئے میں اندر ہی اندر ندامت کے سمندر میں ڈوبنے لگا، نرم ہاتھوں کا لمس میرے سر پر ضرور تھا، مگر اک گہری سانس ان کے لبوں سے نکل کر فضا اور مجھے بوجھل کر گئی، میں نے تاسف اور گہرے صدمے سے ان کی جانب دیکھا، وہ اب مسکرا رہی تھیں، ان کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں، میں جان نہ سکا، یہ مسکراہٹ خوشی کی تھی یا اندر کے دکھ کو چھپانے کی کوشش۔

"تم نے پسند کیا ہے تو ضرور کچھ خاص ہوگا اس لڑکی میں۔" میں جانتا تھا وہ اپنے دل کی زیر زبر ہوتی دنیا کو سنبھالے ہوئے ہیں، میں نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر ایک بار پھر بڑی عقیدت سے چوما۔

"ممی لو یو۔"

"میرا بیٹا۔" انہوں نے مجھے سینے سے لگا کر کئی بار چوما اور میں خود کو پستی میں گرتا محسوس کرتا رہا۔

☆☆☆

یہ کیسی محبت ہے؟
جو مجھے کہاں لے آئی ہے
یہ محبت، مجھ سے کیا کروا رہی ہے

"انا" مجھے اپنی کنپٹیاں سلگتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

میری خوشی، میرے دل کی خواہش پر ممی ہاشم ماموں کے گھر برسوں بعد چلی آئیں۔

وہاں پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ کبھی کبھی پیسے کی ضرورت انسان سے کیا کچھ کروا سکتی ہے، شاید رمل درست تھی، اس کا احترام درست تھا، وہ اپنے گھر والوں کی محبت میں گرفتار تھی اور میں انا کی، اس کی آواز میری محبت ہم سے یہ کیا کروا رہی تھی۔

ان کے معاشی حالات کافی خراب تھے، رمل کی سوتیلی ماں انتہائی خراب موڈ میں چیا چیا کر اپنی مصیبتوں کا رونا رو رہی تھیں۔

انہیں غصہ تھا رمل پر کہ وہ انہیں ان حالات میں چھوڑ کر اپنے لئے خوشیوں بھرا راستہ چن رہی ہے، ان کے خیال سے وہ بے حس تھی یا پھر حالات سے ڈر کر بھاگنے والی، وہ رمل کی خصوصیت ممی اور رمشا خالہ کے گوش گزار کرتی رہیں، یہاں تک کہ وہ اس کے سامنے بھی اپنا منہ بند کرنے کو راضی نہ تھی، میں نے رمل پر نگاہ ڈالی، بنا کسی تاثر کے، جذبات سے عاری چہرہ لئے وہ چائے کپوں میں انڈیل رہی تھی، وہ ممی سے بھی بڑے سپاٹ انداز میں ملی۔

تبھی ہانیتے کھانستے، لاغر سے ہاشم ماموں کمرے میں داخل ہوئے تو ممی بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئیں، غالباً ممی کی ماموں سے ملاقات برسوں بعد تھی، بنا سلام خیر و عافیت پوچھے وہ ممی سے ہاتھ جوڑے معافی مانگ رہے تھے، ممی نے آنسوؤں کو سمیٹتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام لئے، انہیں ماموں کی بے چارگی لاچاری اور حالت زار پر رونا آیا تھا، منہ کے کینسر کی وجہ سے ہاشم ماموں بول نہیں سکتے تھے، ممی نے اپنے آنے کا مدعا بیان کیا تو وہ ایک بار پھر سے رونے لگے، رونے سے ان کی حالت مزید بگڑ رہی تھی، ممی اور رمشا خالہ انہیں سنبھالنے لگیں، میں نے رمل کو ایک بار پھر دیکھا وہ ان کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں اور ماموں کی بیوی صوفے پر لاتعلقی سے بیٹھی یہ منظر دیکھ رہی تھیں، خدا جانے ماموں اشاروں سے ممی اور خالہ کو کیا سمجھا رہے تھے۔

مجھے یہ سب بے حد عجیب لگ رہا تھا، میں یکدم حساسیت کی زد میں آ گیا، ایک افسردگی دل و جاں پر محیط ہونے لگی۔

مجھے ممی اور ماموں کی ناراضگی کی وجوہات جاننی تھی، یہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں، دو سال بعد رمل سے علیحدگی ممی اور ماموں کو دوبارہ دور کر دے گی۔

"اف خدایا۔" میں ممی کو روکنا چاہتا تھا، میں ایک قدم بڑھا اور تبھی ممی نے اپنے ہاتھ کی رنگ اتار کر رمل کو پہنا دی۔

"میری بیٹی، سدا خوش رہو۔" ممی کے الفاظ گونجے اور میرا دل کسی اتھاہ میں ڈوب گیا، میں نے اک بے بس نگاہ رمشا خالہ پر ڈالی جو اس لمحے میری طرح خاموش اور گم صم تھیں۔

☆☆☆

لاؤنج میں داخل ہونے سے پہلے ہی ممی کی آواز نے میرے قدم روک دیئے۔

"رمل بالکل آروز سے مختلف ہے۔"

"آروز سے مختلف..... اس سے کیا مراد ہے آپ کی؟" بابا ممی کی بات نہ سمجھ سکے، نا سمجھی کی کیفیت میں دیکھتے وہ ممی سے پوچھنے لگے۔

"بڈی مختلف سی لڑکی ہے نہ آروز جیسی خوبصورتی، ادائیں نہ ہی اس جیسا انداز گفتگو، پر اعتمادی، تیز طراری، بد دماغی، مجھے تو ذرا سہا، جدوجہد کرتا عام سا وجود لگا۔" ممی نے اپنا تجزیہ رمل کے بارے میں پیش کیا تو بابا بے ساختہ مسکرا دیئے۔

"وہ صرف آروز کی ہی نہیں معمولی واجبی شکل والے عام سے ہاشم کی بھی تو بیٹی ہے۔" وہ لمحہ بھر کو رکے پھر آہستگی سے گویا ہوا۔

"ریشا مگر زیادہ ضروری یہ نہیں، اہم تو یہ ہے آپ کے بیٹے کو اس میں کیا خاص لگا۔" ان کا انداز ممی کو سمجھانے والا تھا۔

"میرا بیٹا آپ کی طرح حسن پرست نہیں ہے۔"

"آپ کا بیٹا میری طرح اتنا سادہ بھی نہیں ہے۔" وہ ممی کو بڑے محظوظ کر دینے والی مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے، میں الٹے قدموں اپنے کمرے میں واپس آ گیا، اس دھوکا دہی اور فریب کے سفر میں جانے کیا ہوگا؟ اس لمحے دل کی حالت عجیب سی تھی۔

بیک وقت میرے شعور سے دو متضاد سوچیں ٹکرا رہی تھیں، ایک یہ کہ سختی سے یہاں رک جاؤں اور انا سے محبت کا اعتراف ممی، بابا کے سامنے کر لوں، مگر انا کی روتی آواز اس کی قسم مجھے اس اقدام پر روک دیتی "محبت ہم پر حکومت کرتی ہے" میں نے تھک کر خود کو صوفے پر گرا کر دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

☆☆☆

اس کھیل کا انجام کیا صورت اختیار کرے، یہ سوچ مجھے پریشان کیے اک نا معلوم احساس میں جکڑے ہوئے تھی اور میں اس کا توڑ اپنے دل کو مطمئن کرنے کے لیے چاہتا تھا، ایسے میں اس پرابلم کو رمل کے ساتھ شیئر کرنا ضروری سمجھا، حتمی فیصلہ کرتے ہوئے ایک گہری سانس میرے لبوں سے آزاد ہوگئی، میں نے آفس میں لنچ ٹائم کے دوران رمل کے کیبن کی ایکسٹینشن ملائی۔

''جی!'' ائیر پیس پر اس کی آواز ابھری۔

''میں ولید بول رہا ہوں۔'' ہلکی سی سانس اس کے لبوں سے خارج ہوگئی، وہ دھیرے سے بولی۔

''جی...... آپ۔''

''میں اصل میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے میں قدرے رکا پھر دوبارہ سے گویا ہوا۔

''آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گی۔''

''جی!'' ماؤتھ پیس پر اس کی آواز ابھری تو میں بنا یہ جانے کہ اس جی میں اقرار تھا یا حیرت اپنی ہی بولے گیا۔

''آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد میں پارکنگ ایریا میں آپ کا منتظر ہوں گا۔'' رابطہ منقطع ہوا تو میں کتنی دیر تک ریسور پکڑے یہ سوچتا رہا کہ بات کس طرح کرنی چاہیے۔

نگاہیں بے ارادہ سامنے پڑی سی وال کلاک کی موٹی موٹی سیاہ سوئیوں پر جم گئیں۔

پورے تین گھنٹوں بعد میں اپنی گاڑی میں پارکنگ کی سڑک پر اس کا منتظر تھا، وہ سامنے سے آتی دکھائی دی، نجانے ایسا کیوں محسوس ہوا جیسے وہ مجبوراً خود کو گھسیٹ رہی ہو، اس نے قدرے قریب پہنچ کر نگاہیں دوڑائیں، اکا دکا گاڑیاں ہی تھیں، میں گاڑی کے فرنٹ سے ٹیک لگائے ہوئے بھاگتی دوڑتی گاڑیوں کا کھیل دیکھ رہا تھا، اس کی نگاہ مجھ پر پڑی، وہ دھیرے دھیرے قدموں سے میری گاڑی کے پاس آگئی۔

''سوری آپ کو انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی دراصل وہ...... میں۔''

''نہیں کوئی اتنی زیادہ بھی نہیں، صرف پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑا۔'' میں نے ہلکی ٹھنڈی سانس بھری، وہ شرمندہ سی ہوگئی تاہم اس کے بولنے سے پہلے میں جلدی سے بول اٹھا۔

''اب سوری میں وقت ضائع نہیں کرتے۔''

''جی!'' اس کی پلکیں لرز کر تھمی رہ گئیں، میں اس کی طرف دیکھے بغیر ''آیئے بیٹھیے'' کہہ کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولنے لگا۔

گاڑی دھیمی رفتار سے چلاتے ہوئے میں ایک موڑ کاٹ کر لمبی شفاف سڑک پر دوڑنے لگا، ذرا سا رخ موڑ کر بولا۔

''کہاں جایا جائے۔'' وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اضطراری انداز میں ایک دوسرے میں پھنسا رہی تھی۔

''آپ بات کہیے میں سن رہی ہوں۔'' اس نے اپنے خلفشار سے نکل کر مجھے دیکھا پھر چہرہ جھکا لیا، اس کے چہرے کے تاثرات میں بے اعتباری کے رنگ ٹھہرے نظر آرہے تھے۔

مجھے اچنبھا سا ہوا، کیا وہ میرے ساتھ آنا نہیں چاہتی تھی یا یوں ملنا نہیں چاہتی تھی؟

''آپ آنا نہیں چاہتی تھی یا یوں ملنا نہیں چاہتی تھی۔'' بے ساختہ میرے لبوں سے پھسل گیا۔

''نن...... نہیں...... یہ بات نہیں۔'' وہ

بولتے بولتے رک گئی، اس کی نگاہوں سے میری نگاہیں ملیں تو اس کی آواز تھرتھرا گئی مگر میں برا منائے بنا کندھے اچکا کر بولا۔

"محتاط ہونا اچھی بات ہے مگر میں اب اتنا اجنبی نہیں ہو آپ کے لئے۔" میرا لہجہ سادہ تھا مگر لطف سے اس کے رخسار گلابی ہو گئے، وہ متوحش سی آنکھیں مجھے تذبذب میں ڈالنے لگیں۔

"وہ..... میں۔" وہ شرمندہ سی ہو کر بولنے لگی تو میں جلد سے بول اٹھا۔

"خیر اسے رہنے دیجئے، آپ سے ملنے کا مقصد یہ تھا کہ ممی اور ماموں ایک عرصے بعد تمام گلے شکوے بھلا کر ملے ہیں اور دو سال بعد جب یہ رشتہ ختم ہو گا تو ان کے تعلقات دوبارہ خراب ہو جائیں گے۔" میرا لہجہ ویسا تھا میں ایک لمحے کو رکا۔

"یہ ایک خیال مجھے اس اقدام سے روکنے پر مجبور کر رہا ہے۔" گاڑی میں لمحہ بھر خاموشی چھائی رہی، گاڑی کا موڑ کاٹتے ہوئے میں نے اسے دیکھا، جہاں کچھ بے چینی کی لہریں لڈی تھیں۔

"آہ دو سال، بابا کے پاس اتنا وقت کہاں ہے۔" وہ بڑی بوجھل آواز میں گویا ہوئی، میں سن سا ہو گیا، شاک کی کیفیت میں رمل کی جانب دیکھا۔

لب بھینچے سر جھکائے وہ اضطرابی انداز میں انگلیاں مسلنے لگیں، وہ کچھ کہنے کے لئے شاید لفظ جمع کر رہی تھی یا ہمت، میں اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"بابا اب کسی سے کبھی خفا نہیں ہوں گے میں ان کو سمجھا لوں گی۔" اس کی آواز میں ایسی لرزش تھی جیسے روشنی سائے سے ڈر کر لرزتی دکھائی دے، اس نے پلکیں اوپر اٹھائیں، اس کی آنکھوں کی سطح پر نمی چمکنے لگی۔

"اور ممی۔" میں نے خود سے سوال کیا۔

"سمجھا لوں گا۔" پھر خود ہی خود کو تسلی دی۔

"اگر تم سمجھتی ہو کے ماموں خفا نہیں ہوں گے تو....." میں اس کی جھکی پلکوں پر نگاہیں جماتے ہوئے بولا پھر جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"یہ تو طے کہ یہ کھیل ہم دونوں کو کھیلنا ہی تھا۔" سو میں نے گاڑی واپسی کے راستے پر ڈال دی، واپسی کا راستہ بے حد خاموشی سے کٹا، ہم دونوں اپنی سوچوں میں الجھے تھے ویسے بھی کہنے کو کچھ نہ تھا درمیان میں۔

☆☆☆

آرزو ہاشم ماموں کی بیوی، رمل کی ماں اور بابا کی چچا زاد تھیں، ان کے درمیان کوئی اور رشتہ تھا یا نہیں رمشا خالہ اس سے لاعلم تھیں، ہاں بابا آرزو اور ان کی فیملی کی مالی معاونت ضرور کرتے تھے، آرزو بابا کو کب سے پسند کرتی تھیں یہ معلوم نہ تھا البتہ ہاشم ماموں سے شادی کے بعد بھی وہ بابا کے لئے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنا نہ بھولی تھیں، ان کا بابا سے التفات برتنا ممی سے چھپا نہ رہ سکا، ممی نے اپنے رویے سے سمجھانا چاہا تو وہ ممی کے سامنے بڑے دھڑلے سے اعتراف کر گئیں، ممی تو دنگ کیا ہوتیں بابا کے بھی ہوش اڑ گئے۔

تقریباً ایک سال ممی مجھ سمیت رمشا خالہ کے ہاں ٹھہریں، ہاشم ماموں نے آرزو کی حمایت اور ممی کو جھوٹا کہہ ڈالا اور ممی نے ان سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر لیا، خدا جانے بابا ممی کو کیسے راضی کر کے گھر لائے مگر ممی گھر واپس آ گئیں، بابا نے آرزو سے ہر طرح کا رابطہ ختم کر ڈالا کیونکہ وہ مجھ سے اور ممی سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔

چند سالوں بعد آروز نے ہاشم ماموں سے طلاق لے کر ان سے قدرے بہتر اسٹیٹس کے آدمی سے شادی کر لی اور رمل کی پرواہ کیئے بنا شہر کیا ملک ہی چھوڑ گئیں۔

جانے ہاشم ماموں کو ممی کی سچائی پر تب یقین آیا یا نہیں یہ تو خبر نہ تھی البتہ انہوں نے کسی رقاصہ کی بیٹی سے شادی کر لی اور در در کی ٹھوکریں ان کا نصیب بن گئیں۔

مالی حالات کبھی بھی خاص نہ تھے، بچوں کی پیدائش مزید بدتر کر گئے، چرس پیتے پیتے وہ بستر سے جا لگے، ممی نے اتنے برس ان سے کوئی رابطہ نہ رکھا ہاں رمشا خالہ رمل سے ضرور ملتیں اور اسے کسی نہ کسی طرح سپورٹ کر کے معاشرہ کا باعزت شہری بنانے میں بھی مدد کرتی رہتیں تھیں۔

☆☆☆

ہاشم ماموں کی طبیعت کے پیش نظر نکاح بالکل سادگی سے کیا گیا اور ولیمہ تھوڑے عرصے کے لئے ملتوی۔

ممی شادی کی فضول بے کار غیر شرعی رسومات کے خلاف تھیں جو مجھے کسی نعمت سے کم نہ لگیں، گھر پہنچ کر ممی رمل کا ہاتھ تھام کر اسے گھر دکھانے لے گئیں، پھر اسے اپنی محبتوں کا یقین دلاتے ہوئے بالآخر میرے کمرے میں لے گئیں، بے چینی بھری کیفیت میں اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا اور میری حالت زار سے عادل نے خوب حظ اٹھایا، جبکہ رمشا خالہ اس تمام عرصے میں خاموش تماشائی بنی مجھے کچھ پراسراری معلوم ہوئیں، یہ خاموشی ان کا خاصا ہرگز نہ تھا۔

☆☆☆

ہلکے سے دروازے کو بجا کر میں کمرے میں آیا تو وہ دھلے ہوئے منہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی، مجھے دیکھ کر بے اختیار کھڑی ہو گئی۔

"تم اطمینان سے بیٹھو۔" میں اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا کھڑکی کی جانب بڑھ گیا، گلاس ونڈو کھول کر میں نے تازہ ہوا اندر آنے دی، پھر کمرے میں ممی کا اکلوتا پھولوں کا بکے اٹھا کر بالکونی سے باہر رکھ دیا، اس پل ان پھولوں کی خوشبو سخت ناگوار رہی تھی، جتنا خود کو نارمل کرنے کی سعی کرتا اتنا ہی دل کے کسی کونے سے عجیب سا خوف بادل کی طرح اٹھتا محسوس ہو رہا تھا، کمرے میں اس لمحے ایسا سناٹا تھا، جیسے کسی ذی روح کی موجودگی کا احساس نہ ہو اور یہ سناٹا میرے دل پر ہولے ہولے اتر رہا تھا، اگر میرا یہ حال ہے تو اس بے چاری کی کیا حالت ہو گی، پھر اس سکوت کو میں نے ہی توڑا۔

"تم چاہو تو بیڈ پر سو جاؤ۔" میں الماری کی طرف چلا آیا۔

"نہیں میں یہی ٹھیک ہوں۔" جواباً وہ آہستگی سے بولی تو میں خاموش ہو گیا۔

کپڑے بدل کر جب میں واش روم سے باہر آیا تو وہ بدستور اسی پوزیشن میں بیٹھی تھی، دونوں ہاتھوں کو جوڑے گہری سوچ میں گم، میں بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا، ماحول کو بہتر اور نارمل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ میں عام سی بات چیت کرتا۔

"تمہیں پیسے کیوں چاہیے تھے؟" اس نے سر اٹھا کر ایک سیکنڈ مجھے دیکھا پھر چہرہ دائیں جانب کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔

"مجھے اپنا گھر بچانا تھا۔"

"مطلب؟" میں نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"بابا کے علاج کے لئے میں نے گھر کے کاغذات رکھوا کر قرض لیا تھا، جسے اب واپس کرنا ضروری ہو گیا تھا۔" اک شدید جھٹکا مجھے لگا، ظلم در

قلم سفا کی بے حسی خود کو سنبھالتا آہستگی سے بولا۔
"اس کے لئے اتنا بڑا اقدام کیوں اٹھایا، تم رمشا خالہ سے مانگ لیتیں۔"
"پتہ نہیں یہ بڑا اقدام تھا یا وہ جو ہونے جا رہا تھا۔" اس کی آواز دھیمی تھی مگر میری سماعت تک باخوبی پہنچی تھی۔
"ان کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے۔" وہ اب بھی کھڑکی سے باہر چھائی مہیب اداسی کو دیکھ رہی تھی۔
"آفس سے مانگ لیتی۔" جانے میں کیا پوچھنا چاہ رہا تھا، میں شرمندگی کے گہرے گڑھے میں خود کو گرتا محسوس کر رہا تھا، میں بنا کسی شرط کے اس کی مدد کر سکتا تھا، مگر ہم انسان محبت میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اپنا نفع سب سے پہلے دیکھتے ہیں، میرا ذہن منتشر اور اپنا آپ خالی سا لگا۔
"اتنی رقم نہیں مل سکتی تھی۔" وہ دھیمے سے بولی۔
"مجھ سے۔۔۔" میں بولتے بولتے یکدم چپ ہو گیا پھر بے چینی کے عالم میں کھڑکی میں پھیلنے والی تاریکی کو خود بھی گھورنے لگا، بلکہ اسے شدت سے محسوس کرنے لگا۔
میرے سامنے بیٹھا وجود، کس انتہا سے گزر کر یہاں پہنچا ہو گا، وہ سادہ سی لڑکی بنا کسی سہارے کے خود کے ساتھ کیا کر بیٹھی تھی اور میں جو اسے اس اذیت سے نکال سکتا تھا خود ہی اسے اس آگ میں گھسیٹ لایا، اپنی غرض کے لئے، اپنی محبت کو بچانے کے لئے۔
باہر پھیلی تاریکی میرے اندر بھی ڈیرا ڈالنے لگی، میں نے اک نگاہ خاموش بیٹھے وجود پر ڈالی اور خاموشی سے لیٹ گیا، لیمپ آف کر کے میں نے خود کو اس اضطراب سے نکالنا چاہا، جبھی موبائل کی روشنی میں مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا، وہ انا کا میسج تھا، اپنے اس اقدام سے میں اسے انکار کر چکا تھا، وہ بھی میرے لئے مقام حیرت تھا کہ اس نے احتجاج نہ کیا بلکہ مجھے دو سال سکون سے گزارنے کی مبارکباد پیش کی۔
"کیسی ہے وہ؟" انا کا یہ پوچھنا مجھے اچنبھا سا ہوا، وہ کیا پوچھ رہی ہے اس پل میرا بے قرار دل اس سے کچھ سننا چاہتا تھا، جو چند لمحوں کے لئے دل کو سکون بخش دے۔
"مجھے کیا پتہ۔" میں جھنجھلا ہی تو گیا۔
"خوبصورت ہے؟" اس نے ایک اور سوال داغ دیا۔
"مجھے نہیں پتہ۔" اب کی بار میں غصے میں آ گیا۔
"ایسا کرو اس کی تصویر سینڈ کر دو۔" اس کا یہ میسج تپا گیا، میں نے بے بسی سے غصہ ضبط کرتے ہوئے اسے گڈ نائیٹ کا جواب دیا جب ٹھک سے اس کا ایک اور میسج آ گیا۔
"کم از کم یہی کہہ دو انا مجھے تم سے محبت ہے۔" میں بے ساختہ مسکرا دیا، میرا دل بھی تو کسی ایسی بات کا تمنائی تھا، انا تم بھی تو کہتی تمہیں مجھ سے محبت ہے، یہ سب میں صرف سوچ سکا اس سے کہہ نہ پایا۔
"انا آفندی تم میرے دل پر حکومت کرتی ہو۔" یہ فقرہ لکھ کر اسمائیل پک تصویر کے ساتھ بھیج دیا، جواباً مجھے صرف ہارٹ کی تصویر ملی بنا کسی اظہار کے چلو رات کی نیند تو کم از کم سکون سے آئے۔

☆☆☆

روشن اور چمکدار سورج بڑی سی کھلی کھڑکی سے اپنی نوکیلی کرنیں میرے پورے وجود میں پھیلا رہا تھا، ذہن کے جاگتے ہی ایک ایک

کر کے سارے منظر یاد آنے لگے، میں نے گردن موڑ کر صوفے کی طرف دیکھا وہاں وہ موجود نہیں تھی، اک گہرا سانس بھرتا اٹھ گیا۔

فریش ہو کر میں لابی میں آیا تو ممی رمل کے ساتھ باتوں میں مشغول تھیں، مجھے ممی کے چہرے پر گہرا سکون دکھائی دیا "تو کیا رمل ان کے دل میں جگہ بنا گئی ہے۔"

"ولی رمل نے ہاتھوں میں نہ مہندی لگائی اور نہ ہی چوڑیاں پہنی ہیں، اتنی سادہ شادی کی بھی میں خواہش مند نہ تھی، ہاشم ٹھیک ہو جائے پھر شاندار ولیمہ کریں گے۔" ممی کی بات پر ہم دونوں نگاہیں چرانے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"ممی آج کیا ناشتہ نہیں ملے گا۔" میں ممی کی مزید باتوں سے رمل کو اپ سیٹ نہیں کرنا چاہتا تھا سو ان کا دھیان ناشتے کی طرف موڑا۔

"کیوں نہیں؟ ابھی لگواتی ہوں، تم نے ریمی کو کوئی گفٹ نہیں دیا۔" ممی کی رمل سے ریمی تک فرینک نس مجھے بلا گئی۔

"ممی پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں۔" میں تیزی سے اٹھ کر ڈائننگ ہال کی طرف آیا، میرے اس ری ایکشن پر ممی حیران ضرور ہوئی تھیں مگر اب ہر چیز میرے بس سے باہر ہو رہی تھی، یہ اتنا آسان ہو گز نہ تھا جیسا میں نے سوچا تھا بلکہ سوچا ہی نہ تھا، وہ رمل کو لئے میز تک آ گئیں، ان کی گہری نگاہ مجھ پر تھی مگر میں اگنور کرتا ناشتہ کرنے لگا، بابا خاموشی سے ممی اور مجھے دیکھ رہے تھے، ممی نے رمل کو میرے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے کہا وہ بنا کسی آواز کے بیٹھ گئی میں نے ذرا فاصلے پر رکھے ٹوسٹ اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیے۔

"کیا لو گی آملیٹ بٹر جیم۔" میں بڑے نارمل انداز میں اس سے پوچھنے لگا، اس کا آج یہاں پہلا دن تھا وہ ضرور نروس ہو گئی۔

"یہ کافی ہے۔" اس نے ٹوسٹ پلیٹ میں رکھ لیا اور دھیرے دھیرے اسے کترانے لگیں۔

"رمل آملیٹ لو نہ۔" ممی نے آملیٹ کی پلیٹ اس کے سامنے رکھ دی، اس نے تھوڑا سا پلیٹ میں ڈال لیا، بابا ناشتہ کرتے اخبار کی ہیڈ لائینز مجھ سے ڈسکس کرنے لگے تو میرا موڈ کافی حد تک بہتر ہو گیا۔

اپنے کپ میں چائے لیتے ہوئے میں نے ذرا کی ذرا رمل کو دیکھا وہ ابھی تک وہی ٹوسٹ کتر رہی تھی۔

"تم کچھ کھا نہیں رہی۔" میں نے اسے ذرا ایزی کرنے کے لئے نارمل انداز اپنایا ممی سے زیادہ اس وقت میں مہمان نواز ثابت ہو رہا تھا، میں نے اپنی بنائی گئی چائے کا کپ اس کے آگے رکھ دیا۔

میری یہ تمام حرکات ممی، بابا کو دکھانے کے لئے نہیں تھی بلکہ رمل کے لئے تھی، یا اس جذبے کے لئے جو رات میں نے اس کے لئے محسوس کیے، مجھے اس سے ہمدردی تھی، وہ حالات کا بری طرح شکار تھی، میں نے شعوری طور پر ایسی کوشش نہ کی تھی مگر ممی کو کافی حد تک مطمئن کر گئی۔

☆☆☆

شام کو گھر آیا تو ممی نے حکم صادر کر دیا۔

"تم رمل کے ساتھ آج ڈنر باہر کرو گے۔"

میں نے ممی کو منع کرنا چاہا مگر رمل کے سامنے انکار کر کے میں اس کی انسلٹ نہیں کرنا چاہتا تھا، سو رمل کو تیار ہونے کا کہہ کر وہاں سے چلا آیا۔

تقریباً آٹھ بجے میں گاڑی میں بیٹھا رمل کا انتظار کر رہا تھا، وہ گاڑی میں آ کر بیٹھی، میں نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس پر ایک سرسری نگاہ ڈالی، بلیک شفون کا سادہ سا سوٹ پہنے بنا میک اپ کسی اور آرائش وہ تیار ہوئی تھی، مجھے اس

کی اتنی سادگی پر حیرانگی ہوئی تھی، میں نے سوچا۔

نجانے ممی نے اسے اس حالت میں میرے ساتھ جاتے دیکھا بھی ہے یا نہیں ورنہ یوں اتنے سادگی بھرے حلیے میں کبھی نہ جانے دیتی۔

اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر ونڈ اسکرین پر کرتے ہوئے سوچا، پھر خود ہی چونک گیا۔

"یہ کیا سوچ رہا ہوں۔" خود کو سرزنش کرتا بے حد ریش انداز میں گاڑی بھگانے لگا۔

ڈنر تو خاک کرواتا میں رمل کو لئے سمندر پر آ گیا، سمندر کی موجوں کو دیکھتے ہم دونوں لہروں کا شور سن رہے تھے، میں سگریٹ اضطراب کی کیفیت میں پیتے ہوئے گہری چپ میں غرق تھا، جبکہ میرے بائیں جانب کھڑی رمل، چھوٹے چھوٹے کنکر پانی میں پھینک رہی تھی۔

"آپ مجھے رمشا خالہ کے گھر ڈراپ کر دیتے۔" شاید وہ میرا اضطراب بھانپ گئی میں نے چہرہ گھما کر اس کی طرف دیکھا، وہ میرے قریب کھڑی تھی۔

"نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔" میں نے اس کے ہاتھ میں تھمے آخری کنکر کو اٹھا کر سمندر میں اچھال دیا۔

چاند کی روشنی میں سادہ سا روپ دھارے وہ اداس آنکھیں لئے بے ضرر سا وجود مجھے رات کی تاریکی کا حصہ ہی محسوس ہوئی، ہم دونوں لہروں کو پاؤں تلے روندے دھیرے دھیرے چلنے لگے۔

"تم اتنی چپ کیوں رہتی ہو، بولتی کیوں نہیں ہو۔" میرے اندر اس پل سناٹا تھا میں کسی لڑکی کے جذبات کو زندگی بخشنے کا کام دے رہا ہوں کیوں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ کھیل کہیں اس کا وجود زخمی نہ کردے، وہ بے اختیار پلکوں کی جھالریں جھکا گئی، ساحل کی نرم ریت ہمارے پاؤں سے کھسکتے جارہی تھی، وہ ہلکی سانس کے ساتھ بولی۔

"بولتی ہوں مگر زیادہ نہیں۔"

"میرے پاس کہنے کو کسی سے کچھ بھی نہیں۔" اس کی آواز دھیمی تھی۔

پچھلی تمام ملاقاتوں کے برعکس وہ مجھے آج قدرے پراعتمادی دکھائی دی، میرے ساتھ آنے پر وہ ذرا بھی خوف زدہ نہ تھی، مجھے کسی الجھن، وسوسے اور واہموں کا گمان اس کے چہرے پہ دکھائی نہیں دیا، کیا یہ سب؟ اس نام نہاد کاغذی رشتے کا نتیجہ تھا، میں اسے ضرورت سے زیادہ سوچ اور محسوس کر رہا تھا، مجھے اپنے اور اس کے درمیاں لاتعلقی کا فاصلہ قائم رکھنا چاہیے۔

میں نے بے اختیار نظریں اس کے چہرے سے ہٹا کر جھاگ اڑاتی لہروں پر مرکوز کر دیں اور جیب سے سگریٹ نکال کر لبوں سے لگا کر اسے لائٹر کا شعلہ دکھانے لگا۔

"کیا کھاؤ گی؟" اب اسے لایا تھا تو یہ فرض بھی پورا کرنا تھا۔

"ہمیں گھر چلنا چاہیے۔" جواباً وہ میرا سوال اگنور کر گئی، میں نے لائٹر جیب میں ڈال کر سگریٹ کو انگلیوں میں دباتے ہوئے دوبارہ اس پر ایک نظر ڈالی وہ سمندر کی لہروں کو تک رہی تھی۔

"تمہیں سمندر اچھا لگتا ہے۔" میں نے یونہی اس کی نگاہوں کی سمت دور اچھلتی شور مچاتی موجوں کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا۔

"میں پہلی بار سمندر کو دیکھ رہی ہوں، بہت کچھ سنا تھا اس کے متعلق مگر کبھی دیکھا نہیں۔" وہ اڑتے بال سمیٹتے ہوئے بولی مگر نظریں سمندر پر مرکوز تھیں۔

"پہلی بار۔" میں چونکا، گردن گھوما کر اسے

دیکھا، وہ میری حیرت بھانپ گئی تھی تبھی گہرا سانس خارج کرتی پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولی۔

''وقت اور حالات کی اجازت نہیں تھی۔''

وہ ساحل کی نرم ریت پر انگلی سے لکیریں کھینچنے لگی، میں اس کی کھینچی گئی لکیروں پر نگاہیں جماتا پھر سے مضطرب ہو گیا۔

''اس کی انتہا کیا ہوگی؟''

''میں اسے کہاں لا کر چھوڑوں گا؟'' یہ میرے دل نے سوال کیا تھا اور کیوں کیا؟ میں نہیں جانتا تھا، میرے اندر سناٹا، بے چینی، یاسیت اور اضطراب پھیلنے لگا۔

☆☆☆

میں لاؤنج میں آیا تو ممی کو آس پاس بکھرے شاپنگ بیگز دیکھ کر بولا۔

''یہ آپ اپنے اردگرد کیا پھیلائے بیٹھی ہیں۔''

''یہ سب میں نے رمل کے لئے خریدا ہے۔''

''م...... ممی!'' میں نے کچھ کہنا چاہا مگر ان کے چہرے پر اس وقت رمل کے لئے محبت آمیز جذبات دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

''تمہارے بابا کہتے ہیں، رمل میں ایسا ضرور کچھ ہے جو ولی نے اسے پسند کیا، میں تمہارے فیصلے پر بہت خوش ہوں۔'' ممی کی رمل کے لئے اتنی گرم جوشی مجھے چونکا گئی، میرے اندر ابھرتا احتجاج لبوں تک آ کر دم توڑنے لگا۔

''آپ کی رائے اس کے بارے میں اتنی جلدی کیسے بدل گئی۔'' اک گھٹن جو پرزور بڑھتی جا رہی تھی۔

''میری رائے کی اہمیت نہیں تمہاری رمل کے لئے اہمیت نظر آنی چاہیے، دو ماہ سے زیادہ ٹائم تمہاری شادی کو گزر چکا ہے، پچھلے ڈیڑھ ماہ سے رمل ہاشم کے گھر ہے، تم ایک بار بھی ملنے نہیں گئے۔'' ممی کی باخبری پر میں خود کو ملامت کرنے لگا۔

''تمہاری غیر موجودگی میں آ کر ہمیں مل کر چلی جاتی ہے، مجھے تو ذرا بھی محسوس نہیں تا کہ تم اسے اپنی پسند، مرضی سے بیاہ کر لائے ہو۔''

''خوشی کا اظہار چلا چلا کر کروں۔'' مجھے ممی کی بات غصہ دلا گئی، میں چڑ گیا۔

''چلانے کی کیا ضرورت ہے، خوشی کا اظہار چہرے سے عیاں ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے میرے غصے کی ذرا پرواہ نہ کی۔

''اور آپ کو لگتا ہے میں خوش نہیں ہوں۔''

''مجھے باتوں میں مت الجھاؤ۔'' وہ میری ماں تھیں میرے بے معنی حیلے بہانوں سے ہرگز امپریس نہ ہونے والی تھیں۔

''السلام وعلیکم!'' میں نے اور ممی نے بیک وقت لاؤنج کے داخلی دروازے کی طرف دیکھا۔

''وعلیکم السلام!'' جواباً میں نے اور ممی نے بڑی گرم جوشی سے جواب دیا۔

ممی تو اسے دیکھ کر خوشی ہوئی تھی اور میں ممی کا شک زائل کرنے کے لئے اس کا اظہار کر رہا تھا۔

ممی نے اک طاہرانہ نگاہ سے مجھے گھورا اور رمل کی جانب متوجہ ہو گئیں، جو ہم دونوں کا جوش و خروش دیکھ کر پریشان نہیں تو حیران ضرور ہوئی تھی۔

''ہاشم کیسا ہے؟'' اسے اپنے قریب بٹھائے خیر عافیت کا سیشن ممی شروع کر چکی تھیں سو میں نے چپکے سے کھسکنے میں عافیت جانی جونہی قدم دروازے کی جانب بڑھے ممی نے پکار لیا۔

''ولی! رمل اتنے دنوں بعد آئی ہے، تم

کہاں جا رہے ہو؟" وہ مہذب لفظوں کا چناؤ کرتیں مجھے ٹھیک ٹھاک سنا گئیں۔

"اتنے دنوں بعد آئی ہے، اسی لئے چائے بنانے کے لئے کہنے جا رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے بات بنا کر ان کو مطمئن کرنا چاہا، میرے قدم باہر بڑھے اور ممی کا رخ رمل کی جانب۔

"آپ بہت اچھی ہیں، بہت محبت کرنے والی۔" میں واپس کمرے میں داخل ہوتا کہ رمل کی آواز پر دروازے میں ہی رک گیا۔

"ولی سے محبت کے بعد بھی اندازہ نہیں ہوا اولاد تو ماں باپ کی کاپی ہوتی ہے۔" ممی اسے گھیرنے لگیں۔

"تم ولی سے محبت کرتی ہو پھر اتنی اداس سی کیوں ہو، تم خوش تو ہو نہ۔" آج ممی ہم سے سچ اگلوانے کے در پر تھیں۔

"پہلے ولی نے تم کو پسند کیا ہو گا۔" ممی سوالیہ نظروں سے رمل کو دیکھ رہی تھیں، اس نے سر اثبات میں ہلا دیا، اس سے پہلے ممی مزید تحقیقاتی سیل کھولتیں میں اندر آ گیا۔

"ممی آپ کی ملازمہ آس پاس کہیں دکھائی نہیں دی۔"

"تم رمل سے باتیں کرو، میں جا کر دیکھتی ہوں۔" ممی باہر کی جانب بڑھیں تو میں صوفے پر بیٹھی رمل پر اک اچٹتی نظر ڈال کر آہستگی سے بولا۔

"ولی نے تم کو کب پسند کیا تھا اور وہ بھی پہلے۔" جواباً وہ خاموش رہی تو میں اس پر قدرے جھکا سخت تیوروں سے دیکھنے لگا۔

"ہم دونوں پسند کرتے، یہ بھی کہا جا سکتا تھا۔"

"لیکن میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔" وہ پلکوں کے ساتھ چہرہ بھی جھکا گئی، میں ایک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تو پھر کیا میں کرتا ہوں۔"

"نہیں۔" اس کا چہرہ میری سفاکی پر تپا تپا محسوس ہونے لگا، مگر مجھے اس وقت اس کی پرواہ نہ تھی۔

"یاد رکھنا، یہ ایک معاہدہ ہے عارضی شادی کا۔"

"جانتی ہوں، دہرانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے دیکھا اس کے چہرے پر عجیب سا رنگ آ کر گزر گیا۔

"اگر بلیک میل کرنے کی کوشش....." میں سلگتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب آپ حد سے بڑھ رہے ہیں، مجھے ایسا کچھ کرنے کا شوق نہیں۔" اس کے چہرے پر لمحہ بھر سرخی بڑھ گئی۔

"میں....." میں نے کچھ بولنا چاہا۔

اس نے پلکیں ایک پل کے لئے اٹھائیں مجھے دیکھ کر پھر جھکا گئی، نظروں کا تصادم ہوا تھا، اس کی آنکھیں جس سے بے بسی جھانکتی نظر آئی۔

نجانے یک دم، مجھے اپنے کیے گئے جملوں پر شرمندگی ہوئی، وہ ہنوز سر جھکا کر بیٹھی تھی، میں نے خود کو اس کے سامنے صوفے پر گرا دیا۔

"ہاشم ماموں کیسے ہیں؟" میں نے اپنی کہی گئی بات کا اثر زائل کرنے کے لئے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"بہتر ہیں۔" اس نے سر اٹھا کر اک لمحہ مجھے دیکھا پھر دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔

وہ بے حد سادہ اور معصوم سی دکھائی دی، نا حق میں نے اسے یہ سب کچھ کہا وہ بے ضرر سی انسان مجھے نقصان پہنچا سکتی تھی بھلا، میں نے بلاوجہ اسے دکھی کیا۔

"اگر کسی بھی مدد کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہہ سکتی ہو۔" میں اب تک اپنی کہی بات کی خجالت مٹا رہا تھا۔

"شکریہ۔" وہ اب بھی اتنا ہی بولی۔

میری بات بری طرح سے اسے ہرٹ کی تھی، اس کے یوں کترائے، روٹھے انداز پر مجھے بلاوجہ ہنسی آگئی، اس نے گردن گھما کر ذرا کی ذرا میرے مسکرانے کو دیکھا پھر دوبارہ دروازے کی جانب دیکھنے لگی، اپنی جگہ سے اٹھ کر میں اس کے قریب آ گیا قدرے جھک کر اس نے تپتے چہرے کو گھورتے ہوئے میں ہولے سے بولا۔

"مجھے یقین ہے تم ایسا کچھ نہیں کرو گی کیونکہ تم بہت اچھی لڑکی ہو، میں اپنے کہے گئے الفاظ واپس لیتا ہوں آئی ایم سوری۔" میں براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا، وہ پلکیں بے ساختہ جھکا گئی، کیا کچھ نہیں تھا ان آنکھوں میں۔

ربی کو گئے دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا، ہاشم ماموں کی طبیعت سنبھلنے پر نہ آ رہی تھی، ممی الگ پریشان تھیں، گزرے تمام دنوں میں میرا رل سے کوئی رابطہ نہ ہوا تھا۔

☆☆☆

گلاس ڈور کھول کر میں لغاری صاحب کے آفس میں داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر سب میری جانب متوجہ ہو گئے۔

"سوری میں ذرا لیٹ ہو گیا۔" میں معذرت کرتا لغاری صاحب کے برابر بیٹھ گیا، تبھی دروازہ کھول کر رل اندر داخل ہوئی، اس کے ہاتھ میں کوئی فائل تھی شاید لغاری صاحب نے منگوائی تھی۔

کمرے میں موجود تمام نفوس نے رل کو سر سے پیر تک دیکھنا اپنا فرض سمجھا، اس کی موجودگی اور تمام لوگوں کا متوجہ ہونا، مجھے بے حد برا معلوم ہوا، وہ مجھے دیکھ چکی تھی اور میری موجودگی اسے تھوڑا سا نروس کر گئی، وہ چل کر لغاری صاحب کی میز کے قریب آئی فائل تھما کر جونہی پلٹی انہوں نے اسے پکار لیا، میں جو اس کے آنے پر چھا جانے والی خاموشی کو توڑتا میٹنگ میں بیٹھے حضرات سے ڈسکشن کرنا شروع ہوا تھا ان کی بات سن کر خاموش ہو گیا۔

"مس رل! عاصمہ آج نہیں آئی، آپ ذرا چائے سرو کر دیں۔" جہاں لغاری صاحب کی فرمائش پر وہ ٹھٹک کر رکی وہاں بے ساختہ میں نے اپنے لب بھینچ ڈالے۔

انکار کا اس کے پاس کوئی جواز نہ تھا، مرے مرے قدموں سے وہ ریک کی جانب بڑھی تو میں اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔

"رل!" میرے پکارنے پر سر اٹھا کر اس نے مجھے دیکھا، ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پر وہی خفت تھی۔

"تم جاؤ صابر (پیون) کو بھیج دو، وہ یہ کام کر لے گا۔" وہ سر جھکا کر تیزی سے باہر نکل گئی اور میں پلٹ کر واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

لغاری صاحب میرے اس اقدام پر حیرت زدہ تھے ان کی سوالیہ نگاہیں مجھ پر تھیں مگر میں نے اس کی پرواہ نہیں کی، میں اس کمپنی کا مالک تھا کسی کے سامنے جواب دہ نہیں، رل کی یہ جاب ہرگز نہ تھی، آخر وہ میری کزن بھی تھی۔

☆☆☆

ہاشم ماموں کا انتقال ہو گیا، میں ممی اور بابا کے ساتھ رل کے گھر آیا تھا، رش اور رل کی حالت کے پیش نظر میری اس سے ملاقات نہ ہو سکی پورے دن کے بعد ممی مجھے گھیرتی ہوئی رل کے پاس لے آئیں۔

"تمہاری تسلی اور موجودگی اسے حوصلہ دے گی۔" دروازے کے باہر کھڑیں وہ مجھے سمجھا رہی تھیں۔

"میری۔" میں نے خود کی جانب اشارہ کیا اور جواباً ممی خشمگیں نگاہوں سے گھورتی پھر قدرے جتاتے ہوئے بولیں۔

"ہاں تمہاری کیونکہ وہ تمہاری بیوی ہے۔" جواباً میں نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی۔

میں کمرے میں آیا، وہ بے حد چھوٹا کمرا تھا، پلستر اکھڑتی، سیلن زدہ دیوار کے آگے بچھی چٹائی پر بیٹھی وہ زار و قطار رو رہی تھی، میں دھیرے سے چلتا اس کے قریب آ کر رک گیا، مجھے اپنے سامنے پا کر وہ گالوں پر بکھرے آنسوؤں سمیٹنے لگی۔

"حروف تسلی۔" میں سوچنے لگا۔

"اس موقع پر کیا تسلی بھرے حرف کسی کو تسلی دے سکتے ہیں۔" کئی ثانیے کمرے میں تاریکی کے ساتھ خاموشی چھائی رہی، میں نے کمرے میں آویزاں بلب کو دیکھا جس کی مدھم سی روشنی میں ہم دونوں کے سائے سامنے دیوار پر نمودار ہو رہے تھے، خود کو اس وقت گرفتار مشکل میں پایا، یاد کرنے پر بھی ایک لفظ تسلی کے لئے یاد نہ آیا، میں اس کے دائیں جانب دیوار کو ٹیک لگا کر چٹائی پر اس کے برابر بیٹھ گیا، وہ اب بھی بے آواز رو رہی تھی۔

دائیں طرف والا وجود، دنیا کی نظروں میں میری بیوی اور میرے لئے کاغذی، عارضی تعلق

"تو کیا ایسا ہی تھا؟" میں نے خود سے سوال کیا، یکدم اک احساس نے اس کی ہمت بندھانے کی چاہ کی۔

"یوں مت روؤ، تمہارے رونے سے ہاشم ماموں کی روح کو تکلیف پہنچے گی، بے شک یہ غم ناقابل تلافی ہے اور اتنی جلدی سنبھلنا ناممکن مگر تم خود کو اکیلا مت سمجھنا، ہم سب تمہارے ساتھ، اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔" بولنا شروع ہوا تو بولتا ہی چلا گیا، لفظوں نے بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

میں نے تسلی کے لئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ ہاتھوں میں چہرا چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ایسی حالت میں انسان کے پاس سوائے بے بسی کے کچھ نہیں ہوتا۔" ہولے سے بولتا، اس کے گرد بازو پھیلا کر میں نے اسے خود سے لگا کر تھپکی دی، یہ صرف ایک ہمدردانہ فعل تھا جو اس پل مجھ سے سرزد ہوا، صرف چند سیکنڈ بعد وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹی اور آہستگی سے بولی۔

"میں خود کو سنبھال لوں گی۔" میں نے ناسمجھی کے عالم میں اس کی جانب دیکھا، وہ اب تیزی سے اٹھ کر کمرے میں مزید لائٹس آن کرنے لگی، میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، سر جھکائے وہ آنکھوں سے چھلکتے آنسو پونچھ رہی تھی۔

نگاہیں چراتا وجود مجھے وہاں سے جانے کا سگنل دے رہا تھا سو میں چلا آیا، حالانکہ مجھے رمل کا ردعمل اچھا نہ لگا تھا۔

☆☆☆

میں تھکا ہارا جیسے ہی اندر داخل ہوا ٹھٹک کر رک گیا، ہاشم ماموں کے انتقال اور رمل کی گھر واپسی کے بعد میں جب بھی کمرے میں داخل ہوتا لائٹ آف ہوتی اور نائٹ بلب جلا ہوا ہوتا تھا، رمل کبھی بھی مجھے کمرے میں دکھائی نہ دیتی، وہ ہمیشہ میرے سونے کے بعد دبے قدموں خاموشی سے آ کر بنا آواز کیے صوفے پر سو جاتی، اگرچہ میری ایسی کوئی ہدایت نہ تھی، یہ احتیاط یا گریز وہ

خود برتی تھی، مگر آج تیز روشنی کی لکیر بند دروازے سے بھی باہر آ رہی تھی، اندر داخل ہوا تو وہ صوفے پر بنا تکیے، سکڑی سمٹی پتا نہیں سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی، میں اندازہ نہ کر پایا۔

سو نظر انداز کرتا میں ہمیشہ کی طرح واش روم میں گھس گیا، گرم پانی سے نہانے کے بعد تو کیے سے سر رگڑتا جب باہر آیا تو وہ یونہی بے حس و حرکت تھی میں بستر پر بیٹھ کر پاؤں کے پاس رکھا کمبل اوڑھ کر لیٹنے ہی والا تھا کہ وہ یکدم ہڑبڑا کر اٹھ گئی شاید آہٹ سے یا..... میں نے رمل کی روئی روئی آنکھوں کو دیکھا۔

"مم..... مجھے ٹمپریچر ہو گیا تھا، ممی نے زبردستی سونے کے لئے بھیج دیا۔" وہ بڑے وضاحتی انداز میں اپنی، مجھ سے پہلے کمرے میں موجودگی کی وجہ بیان کر رہی تھی اس کی آنکھیں بخار کی تپش سے سرخ ہو رہی تھیں یا پھر وہ روتی رہی تھی۔

"ٹمپریچر ابھی بھی ہے۔" میں نے اس کی بات اگنور کر دی۔

"شاید۔" اس نے ہولے سے اپنے ماتھے کو چھوا جیسے بخار کی نوعیت چیک کر رہی ہو اور اس کی یہ بے ساختگی بھرا انداز مجھے ہنسنے پر مجبور کر گیا۔

"میڈیسن لی ہے؟" میں مسکراہٹ ضبط کرتا بولا۔

"جی!" اس نے گردن اثبات میں ہلا دی۔

"کچھ کھایا بھی ہے؟" بنا آواز کے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تم آرام کرو۔" میں بولا تو وہ لیٹ گئی، لمحہ بھر ٹھہر کر میں نے اپنا کمبل اٹھایا اور بیڈ سے اتر کر اس کے اوپر ڈال دیا، وہ چونک کر اٹھ بیٹھی۔

"یہ..... کمبل۔"

"تم فکر مت کرو، میں گیسٹ روم سے لے آؤں گا۔"

"گڈ نائیٹ۔" میں اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا اور میری سوچوں کا دھارا رمل کی طرف موڑنے لگا، ماموں کی وفات کے بعد سے وہ کافی اپ سیٹ تھی، اب تک سنبھل نہ پائی تھی، بقول رمشا خالہ جن روپوں کے لئے وہ میرے ساتھ اس ڈرامے میں شامل ہوئی، وہ بھی اس کی ماں گھر چھڑوانے کے بجائے جانے کہاں خرچ کر چکی تھیں۔

عادلی، عالی، میں اور رمل ہم سب کزن تھے، ہماری زندگیوں میں کتنا فرق تھا، حالانکہ روحان چاچو بھی مالی طور پر اتنے مستحکم نہ تھے مگر انا، مناہل کو رمل جیسے حالات ہرگز فیس نہ کرنے پڑے تھے۔

"اگر انا، رمل کی جگہ ہوتی؟" اک خیال میرے تصور پر ابھرا۔

"وہ یہ سب کیسے کرتی، وہ بہت نازک اور ڈرپوک سی ہے۔" میں تھا انا کے ساتھ اور رمل؟ میں سوچتے سوچتے رک گیا۔

خدا جانے کیوں؟ میں نے ان دونوں کا موازنہ کیا اور یہی موازنہ کرتے کرتے میں نیند کی وادی میں اتر گیا۔

☆☆☆

ممی چاہتی تھی، رمل اب جاب چھوڑ دے، انہوں نے میری مرضی جاننی چاہی تو میں نے رمل کی رضا پر چھوڑ دیا۔

"یہاں سے جانے کے بعد مجھے جاب کی ضرورت ہو گی پھر میں دوبارہ سے جاب تلاش کروں گی۔" وہ میری جانب دیکھے مجھ سے پوچھ رہی تھی اور میں کتنے پل اس کے چہرے سے نظر

نہ چھپا سکا۔
"او کے تم آفس دوبارہ جوائن کر لو۔"
میرے جواب پر اس نے ممنونیت سے سر جھکا لیا۔

☆☆☆

میں ٹیرس کی گرل سے لگا لان میں کام کرتے مالی کو غیر دلچسپی سے دیکھ رہا تھا جب میرا سیل فون بج اٹھا، وہ انا کی کال تھی۔
کتنے دن گزر گئے تھے انا سے بات کیے، وہ اتنی مصروف تھی کہ اس کے پاس وقت ہی نہ تھا اور اسے ڈسٹرب کرنا میں نے بھی مناسب نہ سمجھا، کچھ دنوں کے لئے وہ پاکستان آنا چاہتی تھی اور اس کی پاکستان آمد مجھے بے انتہا خوش کر گئی۔
"میں نے تمہیں بے حد مس کیا ولی۔" اک محبت آمیز انداز لہجہ ساری تھکاوٹ سارے اندیشے سارے خوف اڑا گیا جیسے بارش دیوار سے گرد کو۔
اک دلفریب مسکراہٹ لبوں پر سجائے میں کمرے میں آیا، بیڈ پر رکھی خلیل جبران کی کتاب کو اٹھا کر سائیڈ شلف پر رکھنے کے لئے اٹھائی، بند کرتے کرتے میں رک گیا۔
"محبت ہم پر حکومت کرتی ہے۔" لائن کے نیچے نیلی روشنائی سے درج تحریر مجھے چونکا گئی۔
"محبت آنکھوں سے نہیں دل سے دیکھتی ہے، اس لئے محبت کے دیوتا کو اندھا بتایا گیا ہے۔" یہ شیکسپیئر کا قول تھا، میں جانتا تھا مگر یہ لکھائی کس کی تھی۔
"رمل!" چند سیکنڈ سوچنے کے بعد لبوں پر آ کر ٹھہر گیا وہ کمرے میں اس وقت موجود نہ تھی۔
"رمل کیسے ہو سکتی ہے، کوئی اور بھی نہیں ہو سکتا۔" دماغ نے تفتیشی عمل شروع کر دیا، مجھے رمل کے لکھنے پر حیرت تھی۔
رمل بڑی لئے دیئے رہنے والی لڑکی تھی، اس نے مجھ سے براہ راست بہت کم بات کی تھی اب تک۔
میری حیرت اب سنجیدگی میں بدل گئی، ادراک پر یقین ثابت ہوتا محسوس ہوا تو ناسمجھی میں گھرا لکھے گئے قول میں معانی تلاشنے لگا۔
"محبت کا اندھا دیوتا۔" میری نگاہوں کے پار تحریر دوبارہ گھوم گئی اور اس بار بے ساختہ میرے لب مسکرا دیئے۔

☆☆☆

میں نے انا کو ائیر پورٹ سے خود ریسیو کیا، وہ پہلے سے کہیں زیادہ فریش اور خوبصورت دکھائی دی، سارا راستہ میں اس کی روداد سنتا رہا، اس نے مجھے بولنے کا ذرا بھی موقع نہ دیا۔
"اف تم کتنا بدلتی ہو۔"
"کیوں کیا رمل نہیں بولتی؟" سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اسٹیئرنگ پہ جمے میرے ہاتھ پر رکھ دیا، میں چونک سا گیا، اس کے نازک شفاف ہاتھ کو کتنی دیر تک دیکھتا رہ گیا پھر ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے اسے دیکھا۔
"تمہیں خوش دیکھ کر بہت اچھا لگا۔" میں نے آہستگی سے کہا، وہ بڑی بے نیازی سے شکریہ بجا لاتی وہیں سے دوبارہ سے شروع ہو گئی جہاں رکی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن صبح صبح انا میرے گھر موجود تھی، ممی نے انا سے رمل کو میری بیوی کی حیثیت سے متعارف کروایا، مجھے انا کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات بڑے واضح دکھائی دیئے، تبھی تو تنہائی ملتے ہی اس نے اس کا اظہار بھی کر ڈالا۔
"رمل تو بہت معمولی شکل و صورت کی لڑکی ہے، تائی اماں نے کیسے پسند کیا اور تائی اماں کی اتنی محبت اسے یہاں اپنا راج نہ قائم کروا لے۔"

وہ بڑی نخوت سے بول رہی تھی اور مجھے اس کے رول کے لئے استعمال کیے الفاظ ذرا بھی اچھے نہ لگے، میں نے اسے ٹوک دیا۔

"وہ ایسی نہیں ہے بڑی بے ضرر سی لڑکی ہے۔" میری غور پر ذرا کی ذرا اس کی آنکھیں پھیلی پھر سر جھٹک کر وہ قدرے بگڑے ہوئے انداز میں کہنے لگے۔

"مجھے تو اتنی بے ضرری نہیں لگی، تائی اماں کی بھرپور محبت حاصل ہے۔"

"ممی کی محبت نہیں، ان کے بیٹے کی محبت اس گھر میں رہے گی۔" میں نے انا کا موڈ بہتر کرنا چاہا، وہ مسکرادی مگر اس کی نگاہیں گلاس ونڈو کے پار موجود رول کا ایکسرے کر رہی تھی۔

☆☆☆

اس دن انا کے ساتھ شاپنگ کے دوران میرے دل پر عجیب سی کیفیت حملہ آور ہوئی تاہم میں نے اندر کی لہروں کو اندر ہی دبا لیا، اتنے برسوں اور ملاقاتوں کے بعد پہلی بار میں انا کے رویے پر غور کر رہا تھا۔

"کہیں میں ضرورت سے زیادہ حساس تو نہیں ہو رہا ہوں۔" میں نے خود سے سوال کیا، وہ اتنا غلط بھی نہیں کر رہی۔

انا پرفیوم خرید رہی تھی اس نے میری رائے جاننی چاہی، اس پر فارمین لگا تھا میں نے انا کو جب اس جانب متوجہ کیا تو وہ مسکراتے ہوئے بڑے آرام سے بولی۔

"آئی نو، میں اپنے فرینڈ ارحم کے لئے لے رہی ہوں، ولی لندن میں اس نے میری بہت مدد کی۔" اس پل میں نے انا کے چہرے پر کچھ اور طرح کے رنگ دیکھے، مگر میری محبت نے مجھے اتنا سوچنے کہاں دیا۔

"میں اس کے لئے بیسٹ گفٹ لینا چاہتی ہوں۔"

اسے سب یاد تھے، سب کی پرواہ تھی سوائے میرے جبکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے، مجھے ولید آفندی کو انا آفندی سے کچھ نہیں چاہیے، مگر میرا دل عجیب واہمے کا شکار ہو رہا تھا، وہ میرے پیسوں سے سب کے لئے شاپنگ کر رہی تھی اور میں اسے یاد نہ رہا۔

"ان چیزوں سے کیا فرق پڑتا ہے ولی، محبت تو وہ تم سے کرتی ہے۔" خود کو تسلی دے کر میں نے سر جھٹک کر ان سوچوں سے خود کو نکالا۔

☆☆☆

میں ممی کے کمرے میں آیا تو انہوں نے ایک رنگ مجھے تھمائی، رنگ دیکھ کر میں حیران ہوا۔

"تمہیں خود سے کوئی گفٹ لا کر رول کو دینے کی توفیق نہیں ہوئی، اب یہ اپنی طرف سے اسے سالگرہ کا گفٹ دے دو۔" اس دم ممی کے کمرے کا دروازہ کھلا اور رول اندر چلی آئی۔

"آؤ رول، یہ ولی تمہارے لئے رنگ لایا ہے بہت خوبصورت ہے پہنا دو۔" ممی کی تیزی ہم دونوں کو سٹپٹانے کے لئے مجبور کر گئی، ممی کے اشارے پر ناچار میں سرعت سے اٹھ کر اس کے مقابل آ کھڑا ہوا، مجھے دیکھ کر لحظہ بھر کو وہ سٹپٹا گئی، اس کا ہاتھ تھامنے کے لئے میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، بڑی بے بسی سے خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے ہاتھ آگے کر دیا، ممی کی نظریں ہم دونوں پر فوکس تھیں، ذرا سا آگے بڑھ کر میں نے اس کا لرزتا ہاتھ تھام لیا اور رنگ اس کی انگلی میں ڈال دی۔

"Happy Birthday"۔ میری آواز کافی دھیمی تھی، مگر میں براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا، اس کا ہاتھ ابھی

بھی میرے ہاتھ میں کانپ رہا تھا، خفت سے اس کا چہرہ لال ہو گیا میری گرفت سے اپنا ہاتھ نکال کر وہ پیچھے ہٹ گئی، ایک نامعلوم مسکراہٹ میرے لبوں پر ابھری، عین اسی پل انا اندر داخل ہوئی، ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کھڑے دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔

"آؤ انا۔" میں نے اپنا رخ انا کی جانب کیا، رمل اور ممی بھی انا کو دیکھنے لگے۔

"آنے کا وقت نامناسب تو نہیں۔" اس کا لہجہ سرد تھا، اس کی نگاہ مجھ سے ہو کر ممی پر رک گئی۔

"بالکل نہیں، بیٹھو، ولی رمل کے لئے گفٹ لایا تھا بس وہی دے رہا تھا۔" ممی مسکرا کر بڑی محبت سے انا کو بیٹھنے کے لئے کہہ رہی تھیں۔

"رمل بیٹھ جاؤ۔" ممی نے رمل کو اپنے برابر بیڈ پر بیٹھا لیا، جبکہ میں اور انا ایک ہی صوفے کے دونوں کارنرز پر بیٹھ گئے۔

"کوئی خاص موقع ہے جو تحفے تحائف کا سلسلہ چل رہا ہے۔" انا نے گردن گھما کر مجھے اور پھر ممی اور رمل کو دیکھا، میں نے انا کا چبھتا لہجہ محسوس کیا، اس کی جانب پلٹا تو وہ رمل کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ولی رمل کے لئے یہ رنگ گفٹ لے کر آیا ہے، بس وہی دے رہا تھا۔" ممی کو انا کا انداز گفتگو ذرا نہ بھایا تھا تبھی رمل کا ہاتھ پکڑ کر انا کے سامنے کر کے جتاتی نظروں سے بولیں، انا نے اک شکوہ کناں نگاہ مجھ پر ڈالی، میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ولی تم نے مجھے تو کبھی ایسا گفٹ نہیں دیا۔" وہ بڑے تحمل سے ٹھہر ٹھہر کر بولی اور میرے حواس اڑا گئی، ممی نے ایک تحیر آمیز نگاہ ہم دونوں پر ڈالی، میں اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہ گیا۔

"ولی کی بیوی میں بنوں گی، رمل نہیں تائی اماں ولی مجھ سے محبت کرتا ہے، رمل سے شادی تو عارضی ہے جب تک میرا ماسٹرز مکمل نہیں ہو جاتا، اس لئے اس رنگ پر صرف میرا حق ہے۔" وہ جانے کیا بولے چلے جا رہی تھی، ایک خسخرانہ تبسم اس کے لبوں پر پھیل آیا۔

"رمل کا حق نہیں ہے۔" وہ جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازہ کھول کر نکل گئی۔

ممی یونہی پتھرائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں اور ہتک کے احساس سے سر جھکائے رمل لبوں کو کچلے جا رہی تھی۔

میں اب تک شاک تھا، یہ سب یوں اس طرح اس طریقے سے ممی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے تھا۔

ممی اب بھی بڑی بے یقینی سے مجھے دیکھ رہی تھیں، حد سے زیادہ حیرت کے صدمے سے ان کے لب کھلے رہ گئے۔

"تم میرے ہی بیٹے ہو نا۔" وہ دھیرے سے یوں بولی جیسے ان کے سوئے ہوئے اعصاب جنبش کھا کر بیدار ہو گئے ہوں تاہم وہ مکمل طور پر اپنی حیرت سمیٹ نہیں پائیں، میری مسلسل خاموشی پر انہوں نے ایک موہوم سی امید پر رمل کی طرف دیکھا، وہ سر جھکائے شرمندہ سی دکھائی دی۔

مجھے لگا جیسے میری ساری ہمت سارے حوصلے ریت کی دیوار کی مانند بیٹھتے جا رہے ہوں، پہلی بار میں ان کی محبت کرنے والی آنکھوں سے بے رخی ٹپکتی دیکھی، میں جذبات کی رو میں یہاں تک آ گیا کہ انجام کی پرواہ ہی بھول گیا، ممی میری منتظر تھی، خود کو سنبھالتا میں دھیرے دھیرے انہیں سب کچھ بتانے لگا۔

"بس، تم جاؤ، مجھے رمل سے بات کرنی ہے۔" ممی نے یکسر سخت لہجے میں میری بات

کاٹتے ہوئے کہا، میں ممی کی اداسی محسوس کرتا اٹھ آیا۔

☆☆☆

پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا، ممی کمرے میں بند تھیں اور بابا سخت آف موڈ کے ساتھ لائبریری میں، میں کمرے میں آیا۔

رمل آنکھیں کھولے چھت کو گھور رہی تھی، مجھے انا کا رویہ یاد آ گیا، کتنی حقارت تھی اس کے الفاظ میں وہ رمل کو کتنی ناپسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔

"رمل!" میں نے ایکسوز کرنے کے لئے اسے پکارا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم انا کے آج والے رویے کا برا نہ ماننا وہ تھوڑی سی جذباتی لڑکی ہے۔" میں ٹھہر ٹھہر کر انا کا دفاع کرنے لگا۔

اک نگاہ مجھ پر ڈال کر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا، میں نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی، اپنی بے کسی اور بے بسی پر۔

ایک اذیت کی لہر جیسے رگ رگ کاٹنے لگی، یہ ایک دھوکا تھا آگاہی کا، میرے دل نے اس کے درد کو اتنی شدت سے کیوں محسوس کیا؟ آخر کیوں؟

☆☆☆

آج صبح کا سورج میرے لئے اک اذیت بھرا ادراک ثابت ہوا تھا، کاش کاش میں ولید آفندی کبھی انا آفندی کا وہ چہرہ نہ دیکھ سکتا میں اپنی خوش فہمیوں میں جی لیتا، یا کاش میں انا کی دہلیز پر ہی نہ جاتا۔

میں اسے اپنے اور اس کے ساتھ کا یقین دلانے گیا اور وہ بڑی بے دردی کے ساتھ نہ جانے کس سے اپنے اور میرے درمیان قائم رشتے کی وجہیاں بکھرتی ہوئی ملی۔

"اف۔" میں نے کرب سے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا، اپنے نام پر میں چونکا اور لاؤنج کے دروازے پر ہی رک گیا۔

"آپ ولی بھائی سے شادی نہیں کریں گی۔" وہ منائل کی آواز تھی اور اس کے مقابل انا بیٹھی تھی جس سے وہ یہ سوال کر رہی تھی۔

"نہیں۔" بڑا مختصر واضح اور سپاٹ انداز تھا۔

میں نے دروازے کے سرے پر رکھے ہاتھ کو مضبوطی سے دروازہ پر جما دیا۔

"انا آپی، ولی بھائی آپ سے محبت کرتے ہیں۔" منائل کی آواز میں ایسی حیرت تھی جیسے انا کا جواب اسے دکھی کر گیا ہو۔

"جانتی ہوں، لیکن میں ولی سے محبت نہیں کی، وہ میرا صرف کزن اور دوست ہے اور۔۔۔" وہ لمحہ بھر رکی۔

"اور۔" منائل کے لب پھڑپھڑائے۔

"میرا ATM card۔" وہ اپنے جملوں کی آگ میرے چاروں طرف دہکا گئی تھی کیا کچھ چھپا نہیں اس میں۔

"انا آپی، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ اس کی بہن اب بھی حیرت زدہ تھی۔

"تم کتنی سلفش ہو۔"

"میں ارحم سے محبت کرنے لگی ہوں میں نے ولی سے کبھی بھی محبت نہیں کی۔" موہوم سی امید جو دل خوش فہم نے یونہی باندھی اس کا آخری تانکا بھی ٹوٹ گیا۔

وہ دونوں اندر بحث کر رہی تھی اور میرے کان صرف اپنی حیثیت انا کے نزدیک اے ٹی ایم کارڈ سے زیادہ نہیں پر ساکت تھے۔

اس بری طرح سے دھوکا کھانے کا تصور میرے پاس نہ تھا، ایسی ہیبت ناک صورت حال

آ ئے گی، اس نوبت کا گمان بھی نہ گزارا، میں ٹھٹھرے ہوئے اعصاب اور ماؤف دماغ کے ساتھ بت بنا کھڑا تھا، مجھے لگا جیسے میری روح جسم سے نکلنے لگی ہو یا میرے قدموں سے کسی نے زمین ہی کھینچ لی ہو، احساس تذلیل سے اپنے جسم کا سارا خون چہرہ پر سمٹتا محسوس ہوا، اس کے الفاظ میرے رگ رگ کو چھیدتے ہوئے گزر گئے وہ اب بھی بول رہی تھی، میں جھٹکے سے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا، جیسے اچانک ہی توانائی میرے اندر بھر گئی ہو، گلاس ڈور سے نکلتے ہوئے میں نے پلٹ کر دیکھا جہاں وہ بے حسی سے بول رہی تھی، ماضی کے پردے پرانا آفندی کی تصویر ابھری، اس کے ساتھ گزرے وہ لمحات جو اس پل میرے لئے بد صورت یاد سے زیادہ نہیں تھے، اذیت آمیز لمحات جو میں نے بے خبری میں گزار دیے، اس کا تصور اب میرے لئے جہنم کی آگ سے کم نہیں لگ رہا تھا، میں صرف ایک بار اس کا مکروہ چہرہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دھوکا دینے والے کا چہرہ کیسا لگتا ہے مگر دیکھ نہ پایا۔

میں کس کس بات کا ماتم کرتا یوں ایک عورت کے ہاتھوں جذبوں کے لٹ جانے کا، اپنی قسمت کی تاریکی پر، تقدیر کی ستم ظریفی، انا آفندی کی اس بے یقینی سنگدلی پر یا ماں باپ کا دل دکھانے پر اور رمل، دل بہت زور سے ٹوٹا تھا مگر اس کے ٹوٹنے کی صدائیں صرف میں ہی سن سکتا تھا، دور کھڑا سفاک فقروں سے چھلنی کرتا وجود نہیں۔

یہ میری پہلی اور آخری شکست ہے، میرے دل پر یکلخت گہری یاسیت، تھکن اللہ آئی، کوئی خیال نہیں تھا کہ جھٹک دیتا، وہ حقیقت تھی سفاک حقیقت اسٹیئرنگ پر ہاتھ کا دباؤ ڈالتے ہوئے اذیت سے آنکھیں بھینچ لیں، وہ کوئی خواب تو نہیں تھا کہ آنکھ کھلنے پر گم ہو جاتا۔

☆☆☆

میں نے سگریٹ نکال کر لبوں سے لگائی اور لائٹر کا شعلہ دکھا کر ایک گہرا کش لے کر دھواں آنکھوں کے سامنے پھیلا لیا اور ہاتھ کا تکیہ بنا کر جوتوں سمیت صوفے پر دراز ہو گیا، تبھی دروازے پر کھٹکا ہوا، کسی نے دستک دی تھی پھر دروازے کو کھلا محسوس کر کے اندر آ گیا، میں نے لیٹے لیٹے رخ موڑ کر دیکھا رمل اندر داخل ہوئی تھی، اس نے قریب کے لیمپ کا بٹن آن کیا اور دوسرے پل کمرے میں قدرے بہتر روشنی ہوگئی، لمحہ بھر کو ہم دونوں کی نگاہ ملی پھر میں نے ہی اس پر سے نگاہ ہٹا کر سگریٹ کا ایک اور کش لیا۔

''آپ نے کھانا نہیں کھایا۔''

''تمہیں میرے کھانے کی یا میری پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔'' میں راکھ جھاڑتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا، میں نے سارا غصہ اس پر نکال دیا۔

''ممی نے پوچھنے کے لئے بھیجا ہے۔'' میرے جواب پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور اپنی جلد بازی پر، میں قدرے نادم ہو گیا۔

''مجھے بھوک نہیں۔''

''جی۔'' سر ہلا کر وہ جو بھی پلٹی میں مزید گویا ہوا۔

''ممی کو کہنا میں سو رہا ہوں۔'' وہ جاتے جاتے رک کر دروازے کو پکڑ کر ذرا سا پلٹی پھر دروازہ ہلکے سے بند کر کے چلی گئی، میں عجیب سے احساس کے ساتھ دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔

میں سلگنا کڑھنا نہیں چاہتا تھا، لیکن اس کا خیال آتے ہی پھر وہی تملاہٹیں اللہ اللہ کر زخمی کرنے لگتیں اور وہ سب کچھ یاد آ کر سینے میں کھولن بننے لگا۔

میری انا، خود داری، اک صرف، دھوکا،

سراب، خود کا استعمال ہونا، یہ سب میری سوچوں میں آگ سی بھر گیا، میں ولید آفندی آسمان سے زمین پر پٹخ دیا گیا، کہاں کمی سی تھی محبت میں جو تم نے انا آفندی مجھے یوں ذلیل کیا، سوگ تو منانا تھا، اک وقت چاہیے تھا، یہ سب بھولنے اور خود کو سنبھالنے کے لئے، میں خود پر بیتے گئے اس حادثہ کو کیا نام دوں بے وفائی۔

"آہ، یہ تو تب ہوتی جب تم بھی محبت کرتی۔"

رفاقت اتنی جاں افزا نہیں ہوتی، جتنی جدائی جان سوز ہوتی ہے، لوگ جدا ہو جاتے ہیں تو عذاب نازل ہوتا ہے لوگوں کا بدلنا بھی تو جدائی ہے، اک تھکی سانس میرے لبوں سے نکلی اور گزرے لمحوں کی قلم میں اذیت ناکی سے میرے ذہن و نگاہوں کے راستوں سے ریگ رہی تھی، اس کے کرب کا اندازہ صرف میرے دل و دماغ کو تھا۔

☆☆☆

صبح اپنے معمول کے مطابق ہوئی، نہ سانس رکی نہ کوئی اور قیامت آئی بس میرا دل مر گیا تھا، جذبات سے باہر نکل کر اب مجھے اپنی انا، عزت نفس کو بچانا تھا، انا آفندی کے دھتکارنے سے پہلے خود کو اس راستے سے ہٹانا تھا۔

میں فریش ہو کر باہر آیا، ناشتے کی میز پر تینوں افراد کی موجودگی کے باوجود سرما کی شاموں جیسی خاموشی بکھری ہوئی تھی، صرف برتنوں کی ہلکی ہلکی آواز ابھرتی اور دم توڑ دیتی۔

میں کرسی گھسیٹ کر ٹیبل کے برابر میں بیٹھا تو دبیز خاموشی میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوا مگر میرے اندر کی خاموشی کا ٹوٹنا ضروری تھا سو میں بابا کو مخاطب کر کے بولا۔

"اب بابا میں انا سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" کمرے میں موجود چہروں کے زاویوں میں بڑی تیزی سے تبدیلی آئی تھی، بابا نے چائے کا کپ ہونٹوں سے ہٹا کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"ولی یہ کیا تماشہ ہے؟" بہت دیر بعد ان کی آواز ابھری میری لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ کر منجمد ہو گئی، میں سر جھکا کر پیالی سے اٹھتی بھاپ کو دیکھنے لگا اچانک مجھے لگا یہ ساری بھاپ میری آنکھوں میں گھسی جا رہی ہے اور روح میں اترتی جا رہی ہے میں چپ تھا۔

"اب ان بے معنی باتوں کا کیا مطلب ہے؟ میں نے روحان کو آج گھر بلایا ہے۔" پلکیں جھپک کر میں دھند کو پلکوں کے پار دھکیلتا ہوا بولا۔

"آپ ان کو منع کر دیجئے۔"

"کوئی تو وجہ ہو ولی۔" میں نے سر اٹھا کر مجروح نظروں سے بابا کو دیکھا پھر ممی کو، جواب بھی خفگی سے اخبار پر نظریں جمائے ہوئے تھیں بظاہر مگر درحقیقت اس طرف سے بیگانی نہیں تھیں، بے اختیار ذرا کی ذرا ان کی نگاہ مجھ پر پڑی اور میرے ویران چہرے کو جانچ گئی۔

"ولی ابھی نہیں کرنی یا۔۔۔" ممی نے اخبار لپیٹ کر ایک طرف رکھ کر پہلی بار براہ راست میرے چہرے کو دیکھا، بابا نے میری طرف دیکھا مگر میں ایک گہرا سانس بھر کر کرسی دھکیل کر اٹھتے ہوئے بولا۔

"کبھی بھی نہیں۔" اور پھر ٹھہرا نہیں بلکہ لاؤنج سے باہر نکل آیا۔

☆☆☆

"سر! انا آفندی آپ سے ملنے آئی ہیں۔" انٹرکام پر مجھے اطلاع دی گئی اور لیپ ٹاپ پر چلتا میرا ہاتھ تھم گیا۔

"انہیں بٹھاؤں، بزی ہوں، انتظار کریں

اور مس رمل کو میرے کمرے میں بھیج دیجئے۔"

میں کیا کرنے جا رہا تھا مجھے نہیں معلوم، انا کی آمد ضرور، میرے رات بھر سے اب تک کوئی رابطہ نہ کرنے پر تھی، وہ صبح سے کتنی بار فون اور میسج کر چکی تھیں اور میں نے ایک پر بھی غور نہ کیا۔

میرا دل چاہا کہ ایک ہلکی سی تھپس میں انا کو پہنچاؤں، وہ تکلیف، وہ اذیت جو رات بھر میں نے محسوس کی۔

بظاہر بند مٹھی ہونٹوں پر جمائے میں سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر نگاہیں جمائے ہوا تھا، مگر دماغ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

"آپ نے بلایا؟" تقریباً سات منٹ بعد رمل میرے آفس میں تھی اور انا کو انتظار کرتے نو منٹ گزر چکے تھے۔

"بیٹھو۔" میں نے اسے اپنے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا، وہ بنا آواز کیے بیٹھ گئی۔

"صبح میرے آنے کے بعد ممی بابا نے کوئی بات تو نہیں کی۔"

"نہیں۔" اس نے آہستگی سے سر نفی میں ہلایا۔

میں نے بڑے غور سے رمل کا چہرہ دیکھا اس کی آنکھوں میں تحیر اُمڈا ہوا تھا، وقت سرکتا تو انا آفندی کا انتظار بڑھنے لگتا۔

اس سے قبل وہ کچھ کہتی انا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر ٹھٹک گئی، میں نے اس کے خوبصورت چہرے کو تاریکی میں بدلتے دیکھا۔

"تم آج کہاں بزی ہو۔" اس نے رمل کی جانب اشارہ کیا تو رمل گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"نجانے کیوں؟" وہ رمل کو دیکھ کر تڑپی تھی، اسے مجھ سے محبت تو نہ تھی۔" میں بس سوچ کر رہ گیا، کہہ نہ پایا حالانکہ میرا دل چیخ چیخ کر پکار رہا تھا کہ اپنے تمام حساب کتاب مانگ لوں، یوم حساب کا دن آ گیا ہے، میرے پلان کے مطابق سب کچھ ویسے ہی تھا۔

"رات سے مجھے نظر انداز کر رہے ہو، اس کے لئے۔" رمل ایک بار پھر انا کے ٹارگٹ پر تھی، انا کا رمل کو بار بار نشانہ بنانا مجھے غصہ دلا گیا۔

"انا، تم تمیز سے بات کرو، یہ میرا آفس ہے اور....."

"اور یہ تمہاری عارضی بیوی۔" میری بات مکمل ہونے سے پہلے وہ چیخ پڑی، وہ شاک کی کیفیت میں تھی اسے میری فیور رمل کے لئے اچھی نہ لگی۔

"بیوی، بیوی ہوتی ہے یہ عارضی کیا ہوتا ہے انا۔" میں ایک ایک لفظ پر زور دیتا بڑے دل جلانے والے انداز میں بولا۔

وہ اب تک شاک کی کیفیت میں تھی، تبھی رمل باہر دروازے کی جانب بڑھی ہی تھی کہ میرے پکارنے پر رک گئی۔

"رمل آئی ایم سوری، ہم پھر بات کریں گے۔" میرے لہجے میں رمل کے لئے اتنی نرمی دیکھ کر انا اپنے ہونٹ چبانے لگی۔

رمل نے نہ تو پلٹ کر دیکھا اور نہ ہی کوئی جواب دیا بس کمرے سے باہر چلی گئی اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر انا آفندی کے مقابل کھڑا ہو گیا، اس کے چہرے پر نگاہیں جمائے اس کے تاثرات دیکھنے لگا۔

"ولی تم اتنے خفا کیوں ہو؟" وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی، میرے چہرے پر اپنے لئے سپاٹ تاثرات اسے الجھن میں ڈال رہے تھے، وہ اب بھی نا سمجھی کی کیفیت میں مجھے دیکھ

رہی تھی مگر میرا ضبط جواب دے چکا تھا۔
"ولی میرے لئے اے ٹی ایم کارڈ سے زیادہ کچھ نہیں۔" اک فقرہ جو مجھے زمین پر پٹخ گیا، وہ آواز کسی اور کی نہیں انا آفندی کی تھی جسے میں نے شدید محبت کی تھی، جس کے لئے میں نے اپنے ماں باپ کا دل دکھایا، رل کو اذیت بھرے راستے سے گزرا، شاید یہی میری سزا تھی۔
"انا آفندی تمہارا اے ٹی ایم کارڈ (Expire) ہو چکا ہے۔" میں بولا تو اس کے حواس معطل کر گیا۔
"ولی۔" اس کے لب پھڑپھڑائے، اک بے یقینی تھی انا کی آنکھوں میں۔
"میں ولید آفندی تمہیں اپنی محبت سے آزاد کرتا ہوں۔" میری انا میری محبت انا پہ حاوی ہو ہی گئی۔
"میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں تم میرے دل پر حکومت کرتی ہو۔" مگر میرے دل کی آواز اندر ہی گھٹ گئی۔
"ولی۔" وہ منمنائی تو میں نے ہاتھ کے شارے سے اسے بولنے سے روک دیا۔
"انا مجھے گزرے دنوں پر ندامت نہیں افسوس ہے، تم محبت کا دعویٰ کیے بنا بھی مجھے اپنا اے ٹی ایم سمجھ لیتی تو میں سب کچھ تمہارے لئے کرتا کیوں کہ میں تو تم سے محبت کرتا تھا، میں نے اسے دھتکارنا چاہا مگر میں ایسا کر نہ سکا، میری محبت شفاف تھی اس میں کوئی کھوٹ نہ تھی۔"
"محبت مر سکتی ہے۔" اس کے لبوں سے پھسلا اور میرے دل کے اندر کرب کروٹ لینے لگا، وہ مجھے پھر سے امتحان میں ڈالنے کے لئے کھڑی تھی، میں نے اک گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔
"وہ کیوں اب یہ پوچھ رہی ہے۔"
"ہاں انا محبت مر سکتی ہے۔"
"محبت تو اس پودے کی طرح ہے جیسے پانی، ہوا بڑھنے میں مدد دیتے ہیں، نہ دو تو سوکھ جاتا ہے۔"
میری عزت نفس انا آفندی کا مزید شکار بننے کو تیار نہ تھی، ہبھی تو میرا دل آج انا آفندی کے خوبصورت چہرے اور دلکش محبت بھرے انداز پر دھڑکنا بند ہو چکا تھا۔
"ولی ایک بار میری بات تو سن لو۔" وہ عاجزی سے میری جانب بڑھی مگر میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔
"ولید آفندی کو کسی کی خواہش نہیں، میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔" وہ رو رہی تھی اور میرا دل تڑپ رہا تھا مگر میرے چہرے پر ابھرتا سکون اسے حیران و پریشان کر رہا ہو گا، روتے ہوئے اس نے کچھ کہنا چاہا۔
"ولی میں تم سے محبت......" میں نے ٹوک دیا۔
"اب اور نہیں انا، تم جا سکتی ہو۔"
"میں پھر آؤں گی، اس پل تم غصے میں ہو، تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔" وہ اپنی نم آنکھیں میرے چہرے پر سجائے بڑے وثوق سے کہہ رہی تھی اور میرا دل انا آفندی کی محبت سے خالی ہوا جا رہا تھا، یہ سچ تھا میں اسے دھتکار نہ سکا اور خود کو اس کی زندگی میں نکال لیا۔
وہ شکستہ قدموں سے لوٹی یا نہیں، میں نہیں جانتا، درد، سسکیاں، کیا کچھ نہیں چھپا تھا۔
"کیا محبت مر سکتی ہے؟" میرے کانوں کے قریب وہ اب بھی کھڑی پوچھ رہی تھی۔
"مفاد پرست لوگوں کی محبت مر سکتی ہے۔"
لیکن اس محبت میں میرا مفاد کہاں تھا۔
"وہ پھر آئے گی۔" وہ کہہ کر گئی تھی۔

"انا اپنی طرف آنے والے تمہارے سارے راستے میں خود ہی بند کر چکا ہوں۔" میں نے اک گہرا سانس بھر کے خود کو کرسی پر گرا لیا، میں اس لمحے ہر سوچ کو دور پھینکنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

وہ گھر جانے کی بجائے بے مقصد سڑک کے کنارے درختوں کی لمبی سی قطار کے نیچے کنارے کنارے چلنے لگی، جانچا سوکھے پتے بکھری ہوئے تھے جو قدموں تلے آ کر چرمرا رہے تھے اسے لگا اس کی زندگی بھی شاخ سے ٹوٹا ہوا پتا بن کر رہ جائے گی۔

بے حیثیت، بے نوا، بے کس، وقت کی ہوا جہاں چاہے گی اڑاتی لے جائے گی اس کا ذہن ولی کی باتوں اور ان کے طنزیہ فقروں میں الجھا ہوا تھا، اس نے محسوس کیا اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی ہیں، ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آ رہی ہے بس ایک تصویر تھی جو صاف اور واضح تھی جو اس کے دل کے جزدان میں ابھری تھی، وہ رک گئی، سامنے ہی اسٹاپ تھا، بارش کی بوندیں تیز ہونے لگیں وہ اسٹاپ پر موجود کھردری سطح والے بینچ پر بیٹھ کر بارش کے رکنے کا انتظار کرنے لگی، اس کا دل عجیب کیفیت کا شکار ہو رہا تھا، اپنی حیثیت بے نوا، بے کس سی معلوم ہو رہی تھی۔

میں بڑی بد دلی سے آفس سے نکلا تو بارش اپنے جوبن پر شروع ہو چکی تھی۔

"آہ محبت، شاید دکھ ہی دکھ ہے، وصل کی چھاؤں ہو یا ہجر کی دھوپ، نہ بکھرنے دیتی ہے نہ جڑنے۔" سڑک پر اچھی خاصی رونق تھی مگر میرے اندر تو سناٹا اترا ہوا تھا اور اپنے اندر کا یہ سناٹا مجھے ہر شے پر محسوس ہو رہا تھا، درخت بھی مجھے بے حد خاموش، ملول اور اداس اداس سے دکھائی دے رہے تھے، افسردگی میں ڈھلے جیسے میرے دل کے ہمراہ رو رہے ہوں، اچانک مجھے سڑک کے کنارے بینچ پر بیٹھی رمل دکھائی دی، میں نے قدرے نزدیک جا کر گاڑی روک دی، معذرت بھی کرنی تھی، دوپہر میری اور انا کی لڑائی میں وہ خواہ مخواہ نشانہ بن گئی تھی، میں نے ہارن بجایا تو ذرا سا گھوم کر اس نے دیکھا، میں نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آئی اور کھلے دروازے سے اندر جھانک کر بولی۔

"شکریہ میں چلی جاؤں گی۔" مجھے اس کا لہجہ قدرے روکھا سا لگا، شاید وہ دوپہر والے واقعے پر خفا تھی، وہ ناراض ہو سکتی تھی، مجھے اپنی اور انا کی جنگ میں اسے شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"آ جاؤ، رمل میں گھر ہی جا رہا ہوں تم سے بات بھی کرنی ہے۔" دو تین منٹ شش و پنج میں مبتلا کھڑی بارش میں بھیگتی رہی پھر آ کر بیٹھ گئی، اس کا انداز خفگی لئے تھا اور میرے لبوں پر بے ساختہ ایک مسکراہٹ بکھر آئی۔

"تم میرے ساتھ سفر کرنے سے تو ڈر نہیں رہی۔" میں نے یونہی بات شروع کرنے کے لئے کہا، وہ میری بات پر حیران ہوئی پھر تنک کر بولی۔

"کیوں؟ میں کیوں ڈروں گی۔" میں نے ہلکے سے گردن موڑ کر اسے دیکھا وہ سامنے ونڈ اسکرین کے پار برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔

"اس لئے کے آفس کا کوئی فرد ہمیں ایک ساتھ نہ دیکھ لے پھر اسکینڈل بن جائے گا۔" میں ہلکے سے مسکرایا جواباً وہ بنا کسی تاثر کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی، میں اس پل اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا سو پوچھنے لگا۔

"کب تک جاب کرو گی۔" میرے سوال

اسے حیران کر رہے تھے چہرہ موڑے کتنے پل وہ مجھے گھورتی رہی پھر اس کے لبوں نے جنبش کی۔

"آپ نکالنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کیوں سوچا۔" میں نے ابرو اچکا کر قیاس کیا۔

"آپ نے یہ کیوں پوچھا؟" وہ میرے ہی انداز میں جواباً بولی تو میں بے ساختہ مسکرا دیا۔

"دو سال پورے ہونے والے ہیں ہمارے اس عارضی بندھن کو اور تمہاری اماں تمہیں گھر سے نکال چکی ہیں، اب کہاں رہنے کے ارادے ہیں۔" میں خاصی بے پروائی بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

وہ میری طرف دیکھ کر رہ گئی شاید اسے مجھ سے ابھی بھی اتنی سفاکی کی امید نہ تھی۔

"رمشا پھپھو کے گھر کچھ دن رہوں گی، بعد میں ہوسٹل چلی جاؤں گی۔" اس کی آواز اتنی دھیمی تھی جیسے بامشکل بول پا رہی ہو، ایک ثانیہ کے لئے میں خاموش ہو گیا پھر دوبارہ سے گویا ہوا۔

"اتنا عرصہ ساتھ رہنے سے تمہارے ہمارے درمیان قائم رشتے کو لے کر کوئی جذبات پیدا نہیں ہوئے۔"

میں نے ونڈ اسکرین سے باہر برستی بارش کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے پوچھا، بارش کی وجہ سے کار کی رفتار کافی کم تھی، میں اس کے جواب کا منتظر تھا کئی ثانیے گاڑی میں خاموشی چھائی رہی، ابرو اچکا کر میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے جذبات۔" اس کا چہرا بالکل سپاٹ تھا، آواز میں بھی گھر دراپن سا تھا، پتا نہیں اہانت کا احساس ہوا تھا یا۔

"کیا مجھے فیلنگ کو بیان کرنا پڑے گا۔" بے ساختہ میرے لبوں سے پھسلا اور وہ لب بھینچے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

"میں تمہارا جواب چاہتا ہوں۔" میں نے دوبارہ اسے متوجہ کیا۔

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں صاف صاف بات کریں۔" اپنے لہجے میں مضبوطی بھرتے ہوئے وہ بولی تھی، میں ان سے کیا کہتا کہ ہمارے مابین جو رشتہ ہے اس کو قبول کر لو کہ محبت تو ہو چکی تھی۔

"یہی کہ تم چاہو تو ہمارے گھر رہ سکتی ہو ہمیشہ کے لئے اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" میں نے لفظ اب پر خاصا زور دیا، وہ چونکی تھی، یوں محسوس ہوا جیسے وہ خود کو سنبھال رہی ہو۔

"ہم نے کمٹ منٹ کی تھی۔" اس نے مجھے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔

"مجھے سب یاد ہے ذرا ذرا سا۔" میرے لب بے ساختہ مسکرا دیئے، وہ ایک بار پھر سے خاموشی کا لبادہ اوڑھ گئی تو مجھے اسے متوجہ کرنا پڑا۔

"تم نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔"

"جیسے کے۔"

"جیسے کے میری ڈائری پر تم نے شیکسپیئر کا قول لکھا تھا، محبت آنکھوں سے نہیں دل سے ہوتی ہے اس لئے محبت کے دیوتا اندھے ہوتے ہیں۔" وہ گڑبڑا گئی تھی، وضاحتی انداز اپنایا تھی کے میں بول پڑا۔

"تم نے اندھا دیوتا مجھے کہا تھا۔" میں براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھ رہا تھا۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا یاد رہا اور....."

"سو میری ڈائری میں لکھ دیا۔" میں نے اس کا فقرہ مکمل کر دیا، وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی اور اک زیر خط یاد، میرے چہرے پر زخمی مسکراہٹ بکھیر گئی۔

"ہاں محبت کا دیوتا اندھا ہوتا ہے، جبھی تو یہ کچھ محسوس کر پاتا ہے نہ دیکھ۔" دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔

"مگر ہم اس جذبے سے خود کو روک نہیں سکتے یہ کب ہمیں اپنا اسیر کر لے کیا خبر۔" وہ ہولے سے بولی تو میں چونک گیا، میرا پاؤں بے اختیار بریک پر پڑا، حیرت زدہ انکشاف سے خود کو سنبھالتے ہوئے میں نے گاڑی سائیڈ پر روک دی، اپنی بے اختیاری پر قابو پاتی وہ مجھ سے گاڑی روکنے کی وجہ پوچھنے لگی۔

"آپ نے گاڑی کیوں روک دی؟" میں پہلو بدل کر اس کی طرف رخ کرتا ہوا بولا۔

"تم کسی سے محبت کرتی ہو؟"

"محبت طویل قربتوں کا ردعمل نہیں بلکہ یہ تو وحی کی طرح ہمارے دلوں میں اتر جاتی ہے، ہاں رئل، وہ لمحہ جس میں تمہیں محبت ہوئی اور میرے دل سے محسوس کرنا شروع کی، کیا اعتراف محبت اتنا ہی مشکل ہے۔" یہ میرے دل کی آواز تھی۔

"ن..... نہ..... نہیں۔" اس نے نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبا کر تیزی سے نفی میں سر ہلایا، میں نے اس کی آنکھوں میں ابھرتے پانی کو دیکھا وہ نم آنکھیں لئے مجھے دیکھ رہی تھی، ان نم آنکھوں میں، میں نے اک عکس دیکھا، ایک گہری سانس بے ساختہ میرے لبوں سے خارج ہوگئی۔

"مجھے اپنا عکس اس کی آنکھوں میں دکھائی دیا تھا اور یہ فطری عمل تھا اگر وہ مجھ سے محبت کر بیٹھی تھی تو، میں اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد تھا اس کا شوہر، چاہتے نہ چاہتے بھی وہ میرے نکاح میں تھی، حقیقت اور سچائی کی روشنی میں میری منکوحہ، ایک چھت تلے ہم نے کئی ماہ

اچھی کتابیں پڑھنے کی عادت ڈالیئے

ابن انشاء

اردو کی آخری کتاب 135/-

خمار گندم 200/-

دنیا گول ہے 225/-

آوارہ گرد کی ڈائری 200/-

ابن بطوطہ کے تعاقب میں 200/-

چلتے ہو تو چین کو چلیے .... [illegible]00/-

نگری نگری پھرا مسافر 175/-

خط انشاء جی کے 200/-

بستی کے اک کوچے میں 165/-

چاند نگر 165/-

دل وحشی 165/-

آپ سے کیا پردہ 250/-

ڈاکٹر مولوی عبدالحق

قواعد اردو 200/-

انتخاب کلام میر 60/-

ڈاکٹر سید عبداللہ

طیف نثر 160/-

طیف غزل 120/-

طیف اقبال 120/-

لاہور اکیڈمی، چوک اردو بازار، لاہور

فون نمبرز: 7321690-7310797

ساتھ گزارے تھے ایک دوسرے کے غم بانٹتے ہوئے۔

میرے آبلے دل پر اک پھوار پڑی تھی۔

لمبی مسافت کے بعد، تھکن سے چور، ٹھہراؤ کے لئے آسرا، میں رمل کو ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ میں جان گیا ہوں وہ مجھ سے محبت کر چکی ہے، میں اسے مان، عزت ضرور دوں گا۔

میرا دل ابھی زخمی تھا اتنی جلدی زخم بھر نہیں سکتا تھا مگر میں کسی اور کا دل زخمی نہیں ہونے دوں گا، میں تم سے محبت کروں گا، رمل مگر کچھ وقت درکار ہے، پرانے زخم بھرنے کے لئے ہاں میں تمہارے دل کو ٹھیس ہرگز نہیں لگنے دوں گا، وہ میری خود پر مسلسل مرکوز نگاہ دیکھ کر نروس سی ہونے لگی تو میں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیا، وہ شاکڈ ہوئی تھی اس کی نگاہ میرے ہاتھ میں تھمے اپنے ہاتھ پر تھی، وہ آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں مجھ پر مزید عیاں ہوتی جا رہی تھی۔

"آؤ، گھر چلیں جہاں ممی بابا ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔" میں نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا، وہ پلکوں کو جھپکتی ہاتھ چھڑانے لگی، میں نے اس کے ہاتھوں کو اور مضبوطی سے تھام لیا، وہ رونے لگی تھی، شاید تشکر کے آنسو تھے، رکے آنسو گالوں پر بہنے لگے۔

"رمل، میں اپنی پوری زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں اور جب ہم اس سفر پر ساتھ ہے تو ہمارے دل بھی ایک ساتھ ہوں گے اور پھر مجھے تم سے محبت ہو جائے گی اور....." میں نے اس کی دھندلائی آنکھوں میں جھانکا۔

"اور تمہیں بھی۔" میں مستی خیزی سے مسکرا دیا جبکہ وہ بے اختیار نگاہ پھرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی، اس سے وہ مجھے بہت معصوم اور پیاری لگی تھی۔

میں نے اسے مزید تنگ نہ کیا، اس کے گالوں پہ بکھرے آنسوؤں سمیٹتا، گاڑی اسٹارٹ کر کے گھر جانے والے راستے پر ڈال دی، ذرا کی ذرا گردن گھما کر اک اچٹتی نگاہ رمل پر ڈالی، وہ اب بھی بے آواز روتی، کھڑکی سے باہر بھاگتے نظاروں کو دیکھ رہی تھی، برستی بارش میرے دل کی سطح پر بھی گر رہی تھی۔

"تمہیں مجھ سے محبت ہو گی ہے۔" میرے لبوں نے بے آواز فقرہ ادا کیا اور دل میں طمانیت اتر آئی کیونکہ اب میرا دل چاہنے لگا تھا کہ کوئی مجھ سے محبت کریں اب منزل تک جانے والا راستہ بے حد شفاف اور روشن تھا۔

اور ساتھ بیٹھے وجود نے باہر برستی بارش کو دیکھتے سوچا، کتنا عجیب تھا یہ سب کچھ؟

میں نے سنڈریلا والی کہانی کے خواب کبھی نہیں دیکھے، میں نے زندگی کو حقیقت پسندی سے گزرا تھا اور مجھے سنڈریلا جیسی زندگی مل گئی، حالانکہ نہ تو میں سنڈریلا کی طرح خوبصورت تھی اور نہ میرا دل ویسا جس نے محبت کی خواہش کی ہو۔

مگر محبت پھر بھی ہم پر حکومت کرتی ہے تبھی تو میرا دل میرے آگے بے بس ہو گیا اور مجھے ولید آفندی سے محبت ہو گی تھی

☆☆☆